

# أَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ



تحریر: زاہد عرفان میاں

# أَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

”(اے اللہ) تو ہمیں سیدھا رستہ دکھا“

یہ حقیر سی کاوش میں اپنے محبوب اور ہر دلعزیز نبیِ محترم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

کے نام سے منسوب کرتا ہوں

تحریر:

زاہد عرفان میاں

کتاب کی اشاعت ممنوع ہے

کتاب کو حوالہ جات کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے

اس کتاب کی اشاعت راہِ ہدایت کی جانب سے پہلی بار کی جارہی ہے۔

کتاب کے جملہ حقوق بحق راہِ ہدایت پبلیکیشنز محفوظ ہیں





شروع اللہ کا نام لیکر جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

**وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا**

اور اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا، اور اللہ ہی کارساز کافی ہے

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	5
2	اسلام اور مسلمان	6
3	قرآن مومن کیلئے راہِ ہدایت ہے	9
4	تقویٰ	14
5	تقویٰ ہی جنت میں جانے کا سیدھا راستہ ہے	18
6	بدعتوں کا ترک کرنا ہی تقویٰ ہے	22
7	مستحقین کے بارے میں قرآنی آیات	31
8	جنت کا راستہ	35
9	اسلام میں یکجہتی کی اہمیت	44
10	رُشد و ہدایت	48
11	اطاعت اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی اہمیت اور مقام	52
12	عید میلاد النبی کی حقیقت	59
13	ربیع الاول عید نہیں تجدیدِ اطاعت کا مہینہ ہے	67
14	شبِ معراج	72
15	کُنْ فیکُونْ	77
16	اللہ کا پیغام	82
17	موت سے قبل اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگ لو	85
18	حرفِ آخر	88



## پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو ہمارے لئے راہنمائے زندگی بنا کر بھیجا ہے۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر طاق میں سجانے کیلئے نازل نہیں فرمائی اور نہ ہی قریب المرگ اور مُردہ لوگوں کے ایصالِ ثواب کیلئے نازل فرمائی ہے۔ اس کتاب میں تو اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو جنت کی راہ بتائی ہے۔ وہ آسان راہ جو ہمیں دُنیا کے کانٹوں سے بچا کر سیدھا جنت میں لے جانے کیلئے ہے۔ مگر ہم اللہ کی جنت کیلئے دُنیا کے پیچ و خم اور خاردار راستوں میں بھٹکے پھر رہے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن جیسی پیاری کتاب میں ہمیں وہ راستہ بڑی تفصیل سے بتا دیا ہے اور بھٹکی ہوئی قوموں کے انجام سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ اگر تم میرے احکام کے مطابق زندگی نہیں گزارو گے تو پھر میری بنائی ہوئی دوزخ تمہارے بھیانک انجام کے انتظار میں ہے۔ یہ دوزخ ایک دکھتی ہوئی آگ کا گڑھا ہے۔ جس میں تمہارے سونے کیلئے دکھتی ہوئی آگ کے بستر، کھانے کیلئے دوزخ کی آگ میں اُگا ہوا تھوہر کا درخت، پینے کو بدبودار پیپ اور کھولتا ہوا پانی ہو گا۔ اگر تم میرے احکام پر عمل کرو گے تو میری بنائی ہوئی جنت تمہارے اعمال کا انعام ہوگی۔ جس میں مومنوں کیلئے وسیع و عریض اور عالیشان محل ہونگے، جن میں پاک اور خوبصورت حُوریں، خدمت کے لئے خوبصورت نو عمر لڑکے ہونگے، دودھ اور شہد کی نہریں ہونگی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں جنت کے حقداروں کو ایسا عمدہ انعام دوں گا، جس کے بارے میں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

میں نے ایک ناتواں سی کوشش کی ہے کہ آپ کو گم گشتہ جنت کی راہوں کے بارے میں بتاؤں۔ ہر مسلمان ان کے بارے میں جانتا ہے مگر زمانے کے پیچ و خم میں الجھ کر اپنی منزل کو بھول بیٹھا ہے۔ میں نے ان راہوں کے کانٹے چُھنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔ اگر میں نے کسی ایک انسان کی راہوں کے کانٹے بھی ہٹا دیئے تو اپنے لئے باعثِ افتخار سمجھوں گا۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی دونوں زندگیوں میں آسانیاں پیدا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

## اسلام اور مسلمان

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی پیدائش کا فیصلہ کیا تو فرشتوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

"اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے۔ جب تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں (فرشتوں) نے کہا، کیا تو ایسے شخص کو اپنا نائب بنانا چاہتا ہے۔ جو خرابیاں پیدا کرے اور کشت و خون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ ﴿البقرة-30﴾"

اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین کیلئے پیدا فرمایا۔ دُنیا کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت کا مقیم بنایا مگر ایسے حالات پیدا فرما دیئے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے غلطی سرزد ہو گئی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود ابلیس کے بہکاوے میں آکر ممنوعہ پھل کھا لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں مقیم تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی تنہائی دور فرمانے کیلئے "حوا" کو پیدا فرمایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے تو "حوا" بھی اُن کے ساتھ تھیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام اور حوا زمین پر رہنے لگے تو انسان کی پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا اور پھر زمین پر انسانی آبادی بڑھنے لگی۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا مگر جب انسان زمین کے طول و عرض میں پھیل گئے اور انبیائے کرام کیلئے سب انسانوں سے رابطے میں رہنا مشکل ہو گیا تو پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایات کو صحیفوں کے ذریعے جاری رکھا اور پھر کتابوں کا نزول شروع ہو گیا۔ آخر کار وہ وقت بھی آ گیا جب اللہ تعالیٰ نے نبوت اور کتابوں کے سلسلے کو ختم کر دیا۔ اس سلسلے کے آخری نبی محمد ﷺ اور آخری کتاب قرآن ٹھہری۔

اللہ تعالیٰ کا انسان کو پیدا فرمانا اور پھر انبیائے کرام اور کتابوں کے نزول کا مقصد یہ تھا کہ انسان کو حدود و قیود میں رکھا جائے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کا درجہ دیا اور اُسے اچھے اور بُرے کی تمیز بتا کر خود مختار بنا دیا کہ وہ خود فیصلہ کرے اور جو راستہ چاہے، اختیار کرے۔ اس ضابطہ حیات کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں اور



نافرمانوں کو اُن کے اعمال کی جزا اور سزا دے۔ جزا اور سزا کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو بنایا۔ جنت کو بیش بہا نعمتوں سے آراستہ فرمایا اور دوزخ کو دردینے والے عذابوں سے آراستہ فرمایا۔

ابتدائے نسل انسانی سے ہی اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کی پیروی کرنیوالوں کو مسلمان کہا۔ احکام الہی کو دین اسلام کا نام دیا۔ اس طرح اللہ کے چاہنے والے مسلمان اور اُن کا دین اسلام قرار پایا۔ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا اختیار دیا۔ ہر مسلمان کیلئے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اُس کا انعام حاصل کرے۔ نافرمانوں کیلئے اُس نے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ بڑی بُری جگہ ہے۔

اللہ کے فرمانبرداروں کیلئے جو راستہ متعین کیا گیا ہے، اُسے ایمانِ مجمل اور ایمانِ مفصل میں بیان کیا گیا ہے۔ ایمانِ مجمل اور ایمانِ مفصل دراصل ہر مسلمان کا اللہ سے اقرار نامہ ہے۔ جسے دل سے قبول کرنے پر ہی کوئی شخص مسلمان ہو سکتا ہے۔ کچھ علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ انکا کوئی پس منظر نہیں ہے۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو ایمانِ مجمل اور ایمانِ مفصل دراصل وہ تقاضہ ایمان ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے متقی اور مومن لوگوں کیلئے قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے اور ان صفات کے بغیر کوئی بھی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اس لئے انہیں رد نہیں کیا جاسکتا۔

## ایمانِ مجمل

أَمِنْتُ بِاللَّهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَقَبْلَتْ جَمِيعَ أَحْكَامِهِ، أَقْرَأُهُم بِاللِّسَانِ وَتَصَدِّقُ بِالْقَلْبِ

میں اللہ پر اس کے تمام اسماء و صفات کے ساتھ ایمان لایا، اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کیے اور اس کا میں زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرتا ہوں۔

## ایمانِ مفصل

أَمِنْتُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَلْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدِيرِ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور یومِ آخرت پر اور اس پر بھی کہ ہر اچھی اور بُری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان لایا۔

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے احکام کو مانو۔ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ کہ اللہ نے اپنی

تعریف و تسبیح، اور اپنے احکام پر عمل درآمد کیلئے الگ مخلوق پیدا کی ہے، جسے فرشتوں کا نام دیا ہے۔ فرشتے اللہ کے احکام کی پیروی کرتے ہیں۔ ہر مسلمان کا اُن کے وجود پر یقین کرنا لازم ہے۔ کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ کہ تورات، زبور، انجیل، صحیفے اور قرآن سب اللہ کی کتابیں ہیں، قرآن کے سوا تمام کتابیں اللہ کے حکم سے منسوخ کر دی گئی ہیں۔ اور قرآن آخری کتاب اور قیامت تک کیلئے اللہ احکام کا سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبائے کرام بھیجے، ہر مسلمان ان پر یقین رکھے اور یہ بھی یقین رکھے کہ اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اس بات پر بھی ہر مسلمان کا یقین ہونا چاہیے کہ ہر اچھی اور بُری تقدیر کا مالک اللہ ہی ہے۔ اللہ قیامت کے بعد سب مخلوقات کو دوبارہ زندہ کریگا، اور یومِ آخرت کو اُن کے اعمال کا حساب لے گا۔ اللہ کے نزدیک ان سب باتوں کو دل سے ماننے زبان سے اقرار کرنے اور خلوص نیت سے عمل کرنا والا شخص ہی مسلمان کہلانے کا حقدار ہے۔

یاد رکھو! وقت سے پہلے اور مقدر سے زیادہ کسی کو بھی نہیں ملتا۔ لوگ ناجائز طریقوں سے دولت کے انبار اکٹھے کر لیتے ہیں۔ عام انسان یہ سمجھتے ہیں کہ شائد اللہ ایسے لوگوں پر زیادہ مہربان ہے۔ دراصل یہ اُن کیلئے آزمائش ہوتی ہے اور دُنیا دیکھتی ہے کہ دولت اکٹھی کرنے والا اسے استعمال کئے بغیر ہی دُنیا سے چلا جاتا ہے۔ دولت کے یہ انبار اُس کیلئے دوزخ کے انگارے بنیں گے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی عطا کردہ عقل سے دُرست کام لے کیونکہ دُنیا تو ایک آزمائش ایک امتحان ہے، جس میں کامیابی کی صورت میں ہی وہ اللہ کے انعام کا مُستحق ہوگا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو متقی پرہیزگار اور اپنا مومن بندہ بنائے۔ آمین



## قرآن مومن کیلئے راہِ ہدایت ہے

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی شیطاں مردود سے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کا نام لیکر جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

سورۃ الفاتحہ قرآن کی پہلی سورۃ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے طریقہ عبادت و دُعا بتایا ہے۔

عبادت اور دُعا کا پہلا حصہ اللہ کی بڑائی بیان کرنا ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿الفاتحہ-1﴾

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام کائنات کا مالک ہے۔ (جو صفات اللہ تعالیٰ نے فرشتوں، انبیائے کرام اور

انسانوں کو بخشی ہیں، اُن کے علاوہ بڑھائی بیان کرنا شرک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صاف فرمادیا ہے کہ

تمام تعریفیں میرے ہی لئے ہیں اور میں ہی تمام جہانوں کا مالک ہوں۔ اس میں کسی مُسلمان کو کوئی شک نہیں ہونا

(چاہیے۔)

دوسرا حصہ اللہ کی صفات کا بیان کرنا ہے

الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿الفاتحہ-2﴾

بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (جو میری مہربانی کا طالب ہو، میں اُس پر مہربان ہوں گا اور جو مجھ سے رحم کی

بھیک مانگے، میں ضرور اُس پر رحم کروں گا۔)

مَلِكٍ يَوْمَ الدِّينِ ﴿الفاتحہ-3﴾

بدلے کے دن کا مالک ہے۔ (یعنی ہمارے ہر اچھے اور بُرے فعل کا حساب اُسی کے ہاتھ میں ہے، وہی جزا اور سزا کا

اختیار رکھتا ہے۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے۔ ہمیں ہر وقت اللہ سے بخشش کی دُعا مانگنی چاہیے۔)

اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور صفات کے بعد تیسرا حصہ ربِّ کریم سے دُعا کا ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿۴﴾ الفاتحہ۔ 4

اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ (عبادت کا مستحق تو صرف اللہ ہے اور صرف وہی مدد کا اختیار رکھتا ہے۔ جب ہم نماز میں اللہ سے وعدہ کرتے ہیں تو ہمیں اسی پر قائم بھی رہنا چاہیے)

أَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿۵﴾ الفاتحہ۔ 5

تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ (ہمیں اللہ سے ہی ہدایت کی دعا مانگنی چاہیے، کیونکہ ہدایت کا اختیار صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔)

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿۶﴾ الفاتحہ۔ 6

ان لوگوں کے راستے پر کہ جو تیرے انعام کے حقدار قرار پائے۔ (اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت کی بھیک مانگتے ہیں۔ تو ہمیں بھٹکنے سے بچا اور ہمیں ان لوگوں جیسا (متقی اور پرہیزگار) بنا کہ جو تیری بندگی اور عبادت کر کے تیرے انعام یعنی جنت کے حقدار ٹھہرے۔)

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿۷﴾ الفاتحہ۔ 7

نہ کہ ان لوگوں کے کہ جن پر تیرا غضب ہوا، اور نہ ہی گمراہ لوگوں کے۔ (اے اللہ! ہمیں ان لوگوں جیسا نہ بنانا، جو تیری نافرمانی کر کے تیرے غضب کے مستحق ٹھہرے، اور نہ ہی ہمیں گمراہوں جیسا بنانا۔)

آخری آیت کے بعد "آمین" ضرور کہنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ نماز کے دوران جب امام "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" کہتا ہے تو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور اگر کسی شخص کی "آمین" فرشتوں کی "آمین" کیساتھ مل جاتی ہے تو رب کریم اُس شخص کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

جب بندہ عاجزی سے یہ دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے آ، میں تجھے بتاؤں کہ صراطِ المستقیم پر چلنے والے لوگ کون ہیں اور میرے غضب کا نشانہ بننے والے کون ہیں؟

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

الْمَ ﴿۱﴾ ﴿البقرہ۔ 1﴾ ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ﴿البقرہ۔ 2﴾



الم، یہ کتاب (قرآن مجید) جس کی سچائی میں کوئی شک نہیں ہے، متقی لوگوں کیلئے راہِ ہدایت ہے۔ (متقی لوگوں سے مراد وہ لوگ جو اللہ کی قربت اور خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اُس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں، اُنہی کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اُن کی راہنمائی کیلئے اپنی کتاب قرآن نازل فرمائی ہے۔)

متقی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان فرمایا کہ

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿البقرة-3﴾

جو (لوگ) غیب کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ خشوع و آداب کیساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور جو مال ہم نے انہیں عطا کیا اُس میں سے میری راہ پر خرچ کرتے ہیں۔ (متقی اور پرہیزگار لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ میری باتوں پر ایمان لائے، جبکہ اُنہوں نے نہ نبی ﷺ کا زمانہ پایا اور نہ اُن سے یہ باتیں سُنیں۔ اُنہوں نے تو اس لئے یقین کیا کہ یہ باتیں اُن کے رب نے کہی ہیں۔ وہ لوگ جب نماز پڑھتے ہیں تو میرے ادب میں انتہائی احترام کیساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ میرے دیئے ہوئے مال کو میری راہ میں خرچ کرنے میں بخل نہیں کرتے، بلکہ خوش ہوتے ہیں کہ اُنہوں نے یہ سب میری خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کیا)

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿البقرة-4﴾

اور جو کتاب اے پیغمبر (ﷺ) تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے پیغمبروں پر نازل ہوئیں، سب پر ایمان لاتے ہیں اور یومِ آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نبی محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ متقی اور پرہیزگار لوگ تم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن اور اُس سے پہلے انبیائے کرام پر اُتاری جانے والی کتابوں تو رایت، زبور، انجیل اور صحیفوں پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ میری ہی اُتاری ہوئی کتابیں ہیں، اور اُنہیں یہ بھی یقین ہے کہ مرنے کے بعد اُنہیں دوبارہ اُٹھایا جائیگا اور اُن کے اعمال کا حساب لیا جائیگا۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بحث سمیٹتے ہوئے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمادیا ہے کہ:

أُولَئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿البقرة-5﴾

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر ہیں، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، یعنی اللہ کے انعام کے

مستحق ہیں۔

"متقی اور پرہیزگاروں کی صفات بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی تو وہ لوگ ہیں میری ہدایت پر عمل کر نیوالے ہیں اور یہ اپنے اعمال کے سب فائدہ حاصل کر نیوالے ہیں یعنی اللہ کے انعام جنت سے مستفید ہو نیوالے ہیں۔"

ان دو آیتوں میں رب کریم نے متقی اور پرہیزگار لوگوں کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں وہ سورۃ الفاتحہ کی اس آیت کے جواب میں ہیں۔

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿الْفَاتِحہ-6﴾

اُن لوگوں کے راستے پر جو تیرے انعام کے مستحق قرار پائے۔  
کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿البقرہ-6﴾

جو کافر لوگ ہیں، انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو، اُن کیلئے بے معنی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿البقرہ-7﴾

اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں کو بند کر دیا ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کیلئے سخت درد دینے والا عذاب تیار ہے۔

یہ دو آیتیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ کی ساتویں آیت کی مثال بیان کرتے ہوئے نازل کی ہیں۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿الْفَاتِحہ-7﴾

نہ کہ اُن لوگوں کے کہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ہی گمراہ لوگوں کے۔

"یعنی بندہ اللہ سے دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ! تو مجھے اُن لوگوں جیسا ہرگز نہ بنانا کہ جو اپنی گمراہی کے سبب تیرے

غضب کا شکار ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت 6 اور 7 میں کافروں کے بارے میں صاف بیان فرما دیا ہے کہ

تمہاری نصیحتیں اُن کیلئے بے معنی ہیں۔ وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ میں نے اُن کے اعمال کے سبب اُنکے



دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ اُن کے کان بند کر دیئے ہیں اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اُن کے کان سن تو رہے ہیں اور آنکھیں بھی دیکھ رہی ہیں مگر ان کا اثر اُن کے دلوں کو متاثر نہیں کر رہا۔ میں نے ان لوگوں کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، جس کا سامنا وہ موت کے بعد کریں گے۔

یہ اللہ کے پیغام کا نچوڑ ہے اور سورۃ الفاتحہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ سورۃ الفاتحہ ایک خوبصورت دُعا بھی ہے۔ اپنی ہر دُعا اس سے شروع کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کیلئے آسانیاں پیدا فرمائے گا۔ کاش ہم اس سورۃ کی رُوح کو پالیں اور اللہ کے پیغام کو سمجھ جائیں تو جنت کا سفر ہمارے لئے آسان ہو جائیگا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں صاف فرما دیا ہے:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَّقِ اللَّهَ فَإِنَّ لَكَ لَهُمُ الْفَاذُونَ ﴿النور-52﴾

اور جو شخص اللہ اور اُس کے رُسل کی اطاعت اور فرمانبرداری کریگا اور اُس سے ڈرے گا اور اُس کا تقویٰ اختیار کریگا، ایسے ہی لوگ مُراد پانیا لے ہیں۔

اے اللہ! تو ہم گنہگاروں کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرما۔ اور ہمیں اپنے پسندیدہ اور نیک بندوں میں شمار فرما۔ اے اللہ! تو ہماری دونوں زندگیوں میں ہمارے لئے آسانیاں پیدا فرما، بیشک تو ہی ہمارا اللہ ہے اور تو مہربان اور رحم کرنیوالا ہے۔ آمین، یا رب العالمین۔

## تقویٰ

اللہ تعالیٰ نے حصولِ جنت کو بنی نو انسان کی عبادات و اطاعت سے مشروط کر دیا ہے۔ جو مسلمان اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے گا، وہ ابدی زندگی کی خوشیاں حاصل کر لے گا، اور جو راستے سے بھٹک گیا وہ ابدی زندگی کی ہولناک اذیتیں حاصل کرے گا۔ زندگی کا یہ سفر خوشگوار ہو یا اذیت ناک، کبھی بھی ختم نہ ہو نیوالا ہو گا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے!

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿العمران-32﴾

کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

اب ہر ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ آخر جنت میں جانے کا آسان راستہ کونسا ہے۔ یہ راستہ ہے کہ "تقویٰ" اختیار کرو۔ دُنیا کی زندگی کو سادگی سے گزارو، کیونکہ یہ زندگی ابدی زندگی کے مقابلے میں محض چند ساعت کی ہے۔ متقی اور پرہیزگار لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا!

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿البقرہ-3﴾

جو غیب پر ایمان لاتے اور آداب کیساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے اُن کو عطا کیا ہے، اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِمَّا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿البقرہ-4﴾

اے پیغمبر! جو کتاب تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے پیغمبروں پر نازل ہوئیں، اُن سب پر ایمان لاتے ہیں اور یومِ آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔

أُولَئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿البقرہ-5﴾

یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب (مراد پانیوالے) ہیں۔ انہی کامیاب اور انعام پانیوالے لوگوں کے بارے میں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



اے لوگو! تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت و ناموس اسی طرح ایک دوسرے پر حرام ہے جس طرح یہ دن (یوم قربانی) یہ مہینہ (ذی الحجہ) اور یہ شہر (مکہ مکرمہ) تم سب کے لیے قابلِ حرمت ہے اور اسی نکتہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! آخر تمہیں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں تمہارے اعمال کی باز پُرس ہوگی، خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو۔

اے لوگو! تم سب کا اللہ بھی ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے، لہذا کسی عربی کو عجبی پر، کسی گورے کو کالے پر، کسی کالے کو گورے پر کوئی پیدائشی برتری اور فضیلت نہیں ہوگی، ہاں! افضل وہ ہے جو پرہیزگار ہو، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان ایک کنبہ اور خاندان کے مانند ہیں۔

اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا، تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے، وہ چیز ہے اللہ کی کتاب (قرآن)۔

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ہی میری اُمت کے بعد کوئی اور اُمت ہے، پس تم سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، نماز پانچ گانہ کی پابندی کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، خوش دلی سے اپنے مال کی زکوٰۃ دینا، اللہ کے گھر کا حج کرنا اور اللہ کی جنت میں جگہ حاصل کرنا۔

لوگو! اپنے نسب کو میرے پاس مت لانا، بلکہ اپنے اعمال کو میرے پاس لیکر آنا۔

آخر میں سرورِ کائنات رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ

ایک دن اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے میرے متعلق گواہی طلب کریں گے، تم اس وقت کیا جواب دو گے؟ اس پر مجمعِ عام سے پر جوش صدائیں بلند ہوئیں۔

اِنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ، وَاَدَّيْتَ، وَنَصَحْتَ! اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے سب احکام پہنچا دیئے، آپ نے اپنا فرضِ رسالت ادا کر دیا، آپ نے کھرے سے کھوٹے کو الگ کر دیا۔

اس وقت حضور سرورِ عالم ﷺ کی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھی، ایک دفعہ آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے

تھے اور دوسری دفعہ مجمع کی طرف اشارہ کرتے تھے اور کہتے جاتے تھے "اللَّهُمَّ أَشْهَدُ، اللَّهُمَّ أَشْهَدُ، اللَّهُمَّ أَشْهَدُ" اے اللہ! خلق خدا کی گواہی سن لے، اے اللہ خلق خدا کا اعتراف سن لے، اے اللہ گواہ ہو جا۔

یہاں رسول اللہ ﷺ کے خطبہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ کے ہر فرمان کو لوگوں تک پہنچا دیا۔ جس کی گواہی وہاں موجود تمام لوگوں نے دی۔ آپ ﷺ کا گواہی طلب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اب نبوتِ پایہ تکمیل کو پہنچ گئی تھی اور آپ ﷺ کے وصال کا وقت قریب آ گیا تھا۔

خطبہ حج سے فارغ ہوئے، تو جبرائیل امین وہیں تکمیل دین اور اتمامِ نعمت کا تاج شہنشاہی لے آئے، اور یہ آیت نازل ہوئی۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴿الْمَعَادَّة-3﴾

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور دین اسلام پر اپنی رضامندی کی مہر لگا دی۔

یوں اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن اور ہدایات کا سلسلہ مکمل کر دیا۔ آج اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو دین اسلام کے آخری دین ہونے، نبوت کے خاتمے اور احکامِ الہی (قرآن) کے مکمل ہونے کی نوید سنائی۔ یہاں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کو رسول اللہ ﷺ پر ختم کر دیا اور احکام کو قرآن کریم پر ختم فرما دیا اور اسلام کو قیامت تک کیلئے دین مقرر فرما دیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہوئے اور قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہوئی اور دین اسلام بھی مکمل ہو گیا۔ اب قیامت تک کیلئے بنی نوع انسان کی فلاح کیلئے کوئی دین، نبی یا حکم الہی نہیں آئیگا۔

اب تقویٰ یہ ہے کہ کوئی بھی عمل اللہ کے حکم اور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عمل سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اگر کوئی عمل آپ ﷺ کی وفات کے بعد اختیار کیا گیا تو اگر وہ درست بھی قرار پا جائے تو بھی درجہ میں سب عملوں سے کمتر ہی ہو گا اور کوئی عقلمند شخص زیادہ اجر کی بجائے کم اجر لینا کیوں پسند کریگا۔

بدعت ہر اُس عمل کو کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد میں لوگوں نے اختیار کیا۔ اُس کے اچھا یا برا ہونے کو تو



اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ان اعمال سے پرہیز ہی تقویٰ کی بنیاد ہے۔

تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان حرام کیساتھ مشتبہ چیزوں سے بھی اپنے دامن کو بچا کر رکھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ اگر ہمیں رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل یا سنت کے بارے میں ستر ہواں حصہ بھی شبہ ہو تا تو ہم وہ عمل ترک کر دیتے کہ کہیں اُس میں ہی نہ دھر لئے جائیں۔

تقویٰ کے لغوی معنی پرہیز گاری اور پارسائی کے ہیں، یعنی اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قلبِ اطہر کی طرف تین مرتبہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! تقویٰ یہاں (دل میں) ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم شریف)

حضرت عطیہ بن عروہ السعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کا شمار متقیوں میں اس وقت تک نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ ان حلال چیزوں کو جن میں کوئی شبہات پائے جائیں، ترک نہ کر دے۔ (ترمذی شریف)

تقویٰ جنت کی طرف جانے کیلئے صراطِ المستقیم (سیدھا راستہ) ہے جبکہ باقی سب متبادل راستے ہیں۔ جو پر خطر اور پیچ و خم والے ہیں۔ میری تمام قارئین سے درخواست ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں، اور جنت میں جانے کیلئے آسان راستہ منتخب کریں۔

اے اللہ تعالیٰ! ہم سب کو صراطِ المستقیم پر چلا اور ہمیں اپنے پسندیدہ بندوں میں شمار فرما۔ ہماری زندگیوں میں آسانیاں پیدا فرما دے اور قیامت کے روز ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت سے اٹھانا۔ اور ہمیں سے انعام سے مستفید فرمانا۔ اے اللہ تو ہم پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔ آمین، ثم آمین۔

## تقویٰ ہی جنت میں جانے کا سیدھا راستہ ہے

تقویٰ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو ہر چھوٹے اور بڑے گناہ سے بچائے۔ یہ دنیا پر خار اور دُشوار گزار راستہ ہے۔ جو شخص اپنے دامن کو بچا کر اس میں سے گزر جاتا ہے، وہی متقی ہے۔ چھوٹے سے گناہ کو بھی حقیر مت جانو کیونکہ پہاڑ بھی چھوٹے چھوٹے سنگریزوں اور کنکروں سے ملکر بنتا ہے۔

احکام اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے مطابق زندگی گزارنے کو تقویٰ کہتے ہیں۔ اگر متقی بننا چاہتے ہو تو:

1- ہر وہ عمل جس میں شبہ موجود ہو، اُسے ترک کر دو۔

2- کاروبار اور روزگار ایمانداری سے کرو۔

3- ہمیشہ سچ بولو۔

4- شرک سے بچو۔

5- دین اسلام میں قرآن اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی بدعت کی گنجائش نہیں۔ خواہ اس کا مقصد نیک عمل مقصود ہو۔ اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ کوئی بھی عمل احکام الہی یا سنتِ رسول ﷺ سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بڑے ثواب کو چھوڑ کر چھوٹے ثواب کی طرف مت جاؤ، جبکہ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ تمہارا یہ عمل بارگاہِ الہی میں قبول ہو گا کہ نہیں۔

تجدیدِ تقویٰ اختیار کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿102﴾ العمران

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے اور تمہاری موت آئے تو اسلام پر آئے۔

1- ہر رات سونے سے قبل کلمہ طیبہ پڑھو۔ یہ کفر کو رد کرتا ہے۔ نامعلوم کہ کب انجانے میں آپ کا کوئی عمل آپ کو دائرہ اسلام سے خارج کر دے۔ لہذا سونے سے قبل اپنے ایمان کی تجدید کر لو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ زندگی کی آخری شب ہو۔ اور تجدید نہ کرنے پر آپ کی موت کفر کی حالت میں ہو۔ اور نجات کے تمام دروازے بند ہو جائیں۔

2- ہر رات سونے سے پہلے تین بار سورہ اخلاص (قُلْ هُوَ اللَّهُ) ضرور پڑھیں۔ یہ ردِ شرک ہے اور آپ کو شرک سے



بچاتی ہے۔

3۔ ہر رات سونے سے قبل تین بار درودِ ابراہیمی پڑھو۔ یہ رسول اللہ ﷺ سے آپکی محبت کی تجدید کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ تقویٰ کیلئے دُعا فرمایا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتَّقَى وَالْعِفَاةَ وَالْغِنَى

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ اور عفت و غنا کا سوال کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی بہت سی آیات میں تقویٰ کے فوائد بیان فرمائے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ

الْعَظِيمِ (الانفال-29)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں نورِ بصیرت عطا کرے گا، اور تمہارے گناہوں کو مٹا دیگا اور

تمہیں معاف کر دے گا، اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ (النحل-128)

بیشک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہوتے ہیں، اور جو بھلائی اور نیک کام کے کرنے والے ہوتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ (الاحزاب-70)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہا کرو۔

يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾ (الاحزاب-71)

وہ تمہارے کاموں کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اور جو اللہ اور اُس کے رسول

کی اطاعت کرے گا، وہ یقیناً بڑی کامیابی سے سرفراز ہوگا۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَّقِ اللَّهَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ (النور-52)

اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا اور اللہ سے ڈرے گا اور اُس کا تقویٰ اختیار کریگا، ایسے ہی

لوگ مُراد پانے والے ہیں۔

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ النحل۔

جو لوگ نیکو کار ہیں اُن کیلئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے۔ اور متقین یعنی پرہیز گاروں کا گھر بہت خوب ہے۔

جَنَّتٌ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ النحل۔

بہشت جاودانی جن میں وہ داخل ہونگے، اُنکے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی وہاں جو وہ چاہیں گے اُنکے لئے میسر ہوگا۔ اللہ متقین یعنی پرہیز گاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتا ہے۔

تقویٰ کے متعلق صالحین کے اقوال

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ متقی وہ ہے جو اپنے آپ کو شرک، گناہِ کبیرہ اور بے حیائی سے دور رکھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ تقویٰ تو یہ ہے کہ انسان ہر کسی کو اپنے سے بہتر اور خود کو ہر کسی سے کمتر اور حقیر سمجھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں:

تقویٰ صرف دن کو روزہ رکھ لینے اور رات کو عبادت کے لئے قیام کرنے کا نام نہیں۔ بلکہ تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس سے بچے اور جو فرض کیا ہے اسے ادا کرے۔

حضرت کعب الاحبار سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

مجھے بتائیے کہ تقویٰ کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ خاردار دشوار راستے سے کیسے گزرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں دامن کو سمیٹتے ہوئے قدم بچا بچا کر گزرتا ہوں کہیں میرا دامن کانٹوں میں الجھ کر چاک نہ ہو جائے یا میرے جسم پر زخم نہ لگ جائیں۔ حضرت کعب الاحبار نے فرمایا بس یہی تقویٰ ہے کہ گویا یہ دنیا ایک خاردار جنگل ہے دنیاوی لذتیں اور خواہشاتِ نفسانی خاردار جھاڑیاں ہیں۔ جو ان میں الجھ گیا اس نے اپنا دامن تار تار کر لیا، اور جو بچ گیا وہ صاحبِ تقویٰ ہوا۔



وہ صاحبِ تقویٰ ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ حکومت تھا۔ بحرین سے مُشک آیا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی اسے تول کر مسلمانوں میں تقسیم کر دے۔ آپ کی اہلیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ میں تول دیتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تو اپنے ہاتھوں سے مُشک ترازو میں رکھے اور پھر یہ ہاتھ اپنے جسم اور کپڑوں پر مل لے، اس طرح مُشک کی زیادہ مقدار میرے حصے میں آئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿التحریم-6﴾

مومنو! خود کو اور اپنے اہل و عیال کو اُس آگ سے بچاؤ کہ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ اور جس پر سخت مزاج اور طاقتور فرشتے مقرر ہیں، وہ اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، اور جو حکم اُن کو ملتا ہے اُسے بجالاتے ہیں۔

معزز قارئین! اپنے آپ کو فرقہ بندیوں میں مت الجھاؤ اور متنازعہ باتوں سے اجتناب کرو۔ اللہ اور اُسکے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی کرو۔ عبادات و تعظیم کیلئے خود ساختہ طریقے مت اختیار کرو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کی بہت سی آیات میں تقویٰ کا تاکید سے حکم فرمایا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اپنی اور رسول محمد ﷺ کی اطاعت نصیب فرمائے۔ ہمیں صراطِ المستقیم پر چلائے۔ اور ہمیں ہدایت دے کہ ہم تقویٰ اختیار کریں۔ آمین، ثَمَّ آمین۔

## بدعتوں کا ترک کرنا ہی تقویٰ ہے

حضورِ اکرم محمد ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے بعد اختیار کیا جانے والا ہر عمل بدعت ہے۔ کیونکہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کو دین کے مکمل ہونی کی نوید سنادی تھی اور جب دین مکمل ہو گیا تو پھر نہ تو کسی اضافے کی ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش۔ البتہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما دیا تھا کہ میرے چاروں دوستوں ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احکام و عمل کو بھی سنت کا درجہ حاصل ہو گا۔ یہ اگر مگر چونکہ چنانچہ سب ایک لا حاصل بحث ہے۔ جو کچھ احکام میں فرما دیا گیا ہے وہی مکمل دین ہے۔

ہر وہ کام یا عمل جو قرآن و سنت کے خلاف ہو یا پھر مطابقت نہ رکھتا ہو بدعت کہلائے گا اور ایسی بدعت اختیار کرنا سخت گناہ کا موجب ہو گا۔ اس مضمون میں ہم جس بدعت کا ذکر کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ:

حضورِ اکرم حضرت محمد ﷺ حیات ہیں۔

قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے؟

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أَجُورَ كُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَنْ زُحِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَمَتَاعٌ الْعُرُوفِ ﴿العمران-185﴾

ہر تنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا، تو جو شخص دوزخ سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿العنکبوت-57﴾

ہر تنفس موت کا مزہ اچکھنے والا ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ کائنات میں ہر جاندار نے موت کا مزہ اچکھنا ہے۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنَّ مِتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ ﴿الانبیاء-34﴾

اور اے پیغمبر ﷺ! ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا، بھلا اگر تم مر جاؤ گے تو کیا یہ لوگ



ہمیشہ رہیں گے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿35﴾ الانبیاء۔

ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تم لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری طرف ہی لوٹ کر آؤ گے۔

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ ﴿الزمر۔ 30﴾

اے پیغمبر ﷺ! تم بھی مرنے والے ہو اور یہ بھی مرنے والے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے زندہ ہونے کے بارے میں عقیدہ رکھنے والے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ آپ ﷺ دوسرے جہان میں زندہ ہیں اور یہ کہ آپ ﷺ شہید ہیں اور اللہ کے فرمان کے مطابق شہید زندہ ہیں۔

وَلَا تَقُولُوا الْمَيِّتُ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿البقرہ۔ 154﴾

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں لیکن تم کو شعور نہیں۔

اور وہ اس آیت کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿العمران۔ 169﴾

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے نہ سمجھنا، وہ مرے ہوئے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے۔

اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تو کہا ہے کہ تمہیں اس زندگی کا شعور نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ دونوں جہان دو زمانے ہیں اور ان زمانوں میں کسی قسم کا رابطہ نہیں ہے۔ یعنی ایک زمانے کے لوگوں کو دوسرے زمانے کے لوگوں کی کچھ خبر نہیں ہے۔ ان دو جہانوں یا دو زمانوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے بہت سے پردے حائل کر رکھے ہیں، جن کے پار فرشتے بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں جھانک سکتے۔ اس بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ مریم میں کیا ہے۔

وَمَا نُنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ﴿مریم۔ 64﴾

اور فرشتوں نے پیغمبر (ﷺ) کو جواب دیا کہ ہم تمہارے پروردگار کے حکم کے سوا اتر نہیں سکتے۔

ان دو آیات میں بتایا گیا ہے شہید زندہ تو ہیں لیکن ہم نہیں جانتے کہ کیسے اور یہ کہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں۔ دوستو! عالم برزخ میں انبیاء، شہیدین، متقی اور نیک لوگوں کو روحانی (خوابیدہ کیفیت) طور پر اللہ کا انعام مل رہا ہے۔ اور فاجر و فاسق لوگوں کو اسی کیفیت میں سزا مل رہی ہے یہی تو انعام قبریٰ عذابِ قبر ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر موجود ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿٥١﴾ یسین۔

اور جس وقت صور پھونکا جائیگا یہ قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

قَالُوا أَيَوَّلُنَا مَنْ بَعَثْنَا مِنْ مَّزْقَدِنَا هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ یسین۔

کہیں گے ہائے بربادی ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا اٹھایا؟ یہ وہی تو ہے جس کا رحمن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قیامت سے قبل جزا اور سزا روحانی کیفیت میں ہوگی تا آنکہ قیامت واقع ہو جائے۔ اور قیامت کے بعد جزا اور سزا کی کیفیت جسمانی ہوگی اور کبھی موت واقع نہیں ہوگی۔ سورہ یسین میں یہ واضح طور پر کہا گیا ہے کہ جب صور پھونکا جائیگا تو سب زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور کفار لوگ پکار اٹھیں گے کہ ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا دیا۔ سب کو معلوم ہو جائیگا کہ بیشک اللہ کا وعدہ سچا تھا۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْحَبِيرُ ﴿٧٣﴾ الانعام۔

اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے اور جس دن وہ فرمائے گا کہ ہو جا تو حشر برپا ہو جائیگا۔ اُس کا ارشاد برحق ہے اور جس دن صور پھونکا جائیگا۔ اُس دن اُسی کی بادشاہت ہوگی وہی پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے اور وہی دانا اور خبردار ہے۔

عماد الدین ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ جب صور پھونکا جائیگا تو پہلے اہل عالم، پھر



آسمانی مخلوق فرشتے اور آخر میں اللہ کے محبوب فرشتے جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل اور آخر میں حضرت اسرافیل بھی مر جائیں گے۔ اُس وقت اللہ ہی یکتا ہو گا اور پھر زمین و آسمان بھی کاغذ کی طرح لپیٹ دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تین مرتبہ انہیں الٹ پلٹ کر فرمائے گا کہ بیشک میں ہی تمام کائنات کا رب ہوں، ہمیشہ رہنے والا۔

اللہ کریم کے مطابق ہر کسی نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور پھر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ قرآن و حدیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے کہ کسی انسان، کسی جن یا کسی فرشتے کو دوبارہ موت آئیگی اور وہ تیسری مرتبہ زندہ کیا جائیگا۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرنے کے بعد اور قیامت کے درمیان والی زندگی روحانی ہوگی۔ اس بات کی تصدیق سورہ یٰسین کی آیات 51 اور 52 سے بھی ہوتی ہے۔

مرنے سے پہلے اور مرنے کے بعد دو الگ الگ زمانے ہیں۔ ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں ذرا سی بات بھی نہیں جاسکتی، جب تک کہ اللہ نہ چاہے۔ وگرنہ قبرستانوں سے بھی آہ و بکاہ اور عیش و نشاط کی آوازیں آرہی ہوتیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجه رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے "سُح" گئے ہوئے تھے۔ یہ جگہ مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے انتقال کی اطلاع ملی تو آپ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ پہنچے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُخ انور سے چادر ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہر گز خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پا چکے۔ اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع

کر دیا کہ:

اما بعد! جو شخص تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد ﷺ کا وصال ہو گیا اور جو شخص تم میں سے خدا عزوجل کی پرستش کرتا تھا تو وہ جان لے کہ اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْ قُتِلَ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۖ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنِ يَصْرَهُ اللَّهُ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾

اور محمد (ﷺ) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو اٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا۔ ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سورہ آل عمران کی یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اضطراب کی حالت میں ننگی شمشیر لے کر جو اعلان کرتے پھرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا اس سے رجوع کیا اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ گویا ہم پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس آیت کی طرف ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ نے اس پردہ کو اٹھا دیا۔

کچھ لوگ یہ بات بھی کرتے ہیں کہ جنگِ خیبر کے دوران ایک یہودی عورت نے ضیافت میں آپ ﷺ کو زہر دیدیا تھا، جس سے آپ ﷺ نے شہادت کا مرتبہ پایا، اور یہ کہ شہید تو اللہ کے فرمان کے مطابق زندہ ہیں۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں۔



عالم برزخ اور دنیا دو علیحدہ علیحدہ زمانے ہیں اور کسی کا ایک زمانے سے دوسرے میں جانا، اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں۔ سورہ مریم میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

واقعہ یہ تھا کہ مشرکین مکہ یہودی عالموں کے پاس گئے کہ رسول اللہ ﷺ کہ جھوٹا ثابت کرنے میں ہمیں آپ کی مدد درکار ہے۔ انہوں نے مشرکین سے کچھ سوال پوچھنے کے بعد کہا کہ ہمارے اندازے کے مطابق محمد ﷺ سچے نبی ہیں۔ مزید تسلی کیلئے ہم تین سوال دیتے ہیں اگر آپ ﷺ نے ان سوالوں کا جواب دے دیا تو پھر بیشک آپ ﷺ سچے نبی ہیں۔

1- اصحابِ کہف کون تھے؟ 2- ذوالقرنین کا کیا واقعہ تھا؟ 3- روح کیا ہے؟

مشرکین مکہ یہ سوال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے سوالوں کو جواب کل دوں گا۔ مشرکین روز آتے مگر آپ ﷺ اگلے روز آنے کیلئے کہہ دیتے۔ چند روز بعد انہوں نے مذاق اڑانا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ کا اللہ روٹھ گیا ہے۔ اسی کشمکش میں پندرہ روز گزر گئے۔ جب پندرہ روز بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام سورۃ الکہف لیکر حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا: "جبرائیل! تم اتنی مدت میرے پاس آنے سے رکے رہے، اس سے مجھے تشویش ہونے لگی تھی۔" حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: "ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں نہیں جاسکتے اور نہ ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ جاسکتے ہیں۔ ہم تو صرف اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ اور یہ جو کفار کہہ رہے ہیں کہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑ دیا ہے، ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سب اُس کی حکمت کے مطابق ہوا ہے۔"

یہاں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کا یہ کہنا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ہوا ہے۔ دراصل ہم مسلمانوں کیلئے ایک سبق ہے۔ کسی بھی کام کو کرتے وقت انشا اللہ ضرور کہنا چاہیے یعنی اگر اللہ نے چاہا تو میں یہ کام کر دوں گا۔ دوسری بات یہ کہ کام کو کرتے وقت نبی کیلئے بھی انشا اللہ کہنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ہم سب کیلئے ضروری ہے۔ فرشتوں کو بھی جب اللہ تعالیٰ آسمانوں سے دور زمین یا کہیں اور کوئی کام سونپا جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس کی نگاہوں اور زمین و آسمان کے درمیان حائل پر دے ہٹا دئے جاتے ہیں۔ اسی طرح جب

فرعون نے حضرت آسیہ کو سولی پر لٹکایا اور ہاتھوں میں کیلیں گاڑ دیں تو شدتِ درد میں انہوں نے اللہ کو پکارا۔ اے اللہ! تو مجھے میری استقامت کا انعام تو دکھا دے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکی نگاہوں اور جنت کے درمیان حائل پر دے ہٹا دیئے گئے اور وہ جنت میں اپنا محل دیکھ کر مسکرا نے لگیں۔ یہ دیکھ کر فرعون کہنے لگا۔ یہ تو پاگل ہو گئی ہے جو اتنی تکلیف کے باوجود بھی مسکرا رہی ہے۔ کائنات میں ہر کوئی اللہ کی مدد کیلئے عاجز ہے اور کوئی فرشتہ یا انسان اللہ کی اجازت کے بغیر دوسرے جہان میں نہیں جھانک سکتا۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِّشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ الْكَهْف۔

کسی کام کی نسبت یہ نہ کہنا کہ میں اسے کل کر دوں گا۔

إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَادْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِي رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا ارْتِدَاءً ﴿٢٤﴾ الْكَهْف۔

مگر انشا اللہ کہہ کر (یعنی اگر اللہ نے چاہا تو اسے کر دوں گا) اور جب اللہ کا نام لینا بھول جاؤ تو یاد آنے پر لے لو۔ اور کہہ دو کہ امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت دیگا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ جن میں واضح کر دیا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ﴿٢٥﴾ الْجَن۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہہ دو کہ میں تو اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا۔

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿٢٦﴾ الْجَن۔

یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے لئے کسی نقصان یا نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔

قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَن أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾ الْجَن۔

یہ بھی کہہ دو کہ اللہ کے عذاب سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا، اور میں اُس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں پاؤں گا۔

إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ مَن يَعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ﴿٢٨﴾ الْجَن۔

ہاں! اللہ کے احکام اور پیغاموں کو پہنچانا میرے ذمے ہے۔ جو شخص اللہ اور اُس کے پیغمبر کی نافرمانی کریگا تو ایسے

لوگوں کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ جلیں گے۔



اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ لیکن سورہ الجن میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اے نبی (ﷺ) لوگوں کو بتادو کہ:

میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اُسکا شریک نہیں ٹھہراتا۔ اپنی ذات کو یا کسی دوسرے کو فائدہ یا نقصان پہنچانا میرے بس میں نہیں۔ یہ سب تو اللہ ہی کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی عذاب نازل کرنا چاہے تو میرے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا پیغام تم لوگوں تک پہنچانے کیلئے بھیجا ہے۔ جو شخص بھی میری اور اللہ کی نافرمانی کریگا۔ اُس کیلئے جہنم کی آگ تیار ہے جس میں وہ ہمیشہ جلے گا۔

معزز قارئین! اصل بات یہ ہے کہ ہم قرآن کریم کو ترجمے کیساتھ اور باقاعدگی سے نہیں پڑھتے۔ کوئی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں۔ تو کوئی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری دعاؤں کو سنتے ہیں اور قبول کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مانگو، کیونکہ اللہ دیتا ہے اور آپ ﷺ مانگتے ہیں۔ یہ سب ہمارے ایمان کی کمزوری ہے۔ جب قرآن ایک واضح پیغام دیدیتا ہے تو پھر اُس کی موافقت میں تو حدیث کو درست مانا جاسکتا ہے لیکن اگر وہ حدیث قرآن کے حکم کے خلاف ہو تو پھر اُس حدیث میں کوئی صداقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بار بار اس بات کو دہرایا ہے کہ:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿العمران-132﴾

اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ ہم اسے مُردوں یا قریب المرگ لوگوں کیلئے پڑھیں، بلکہ یہ بنی نو انسان کیلئے راہِ ہدایت ہے۔

هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿العمران-138﴾

یہ قرآن لوگوں کیلئے صاف پیغام اور اہل تقویٰ کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

اگر ہمیں سچے مسلمان بننا ہے تو پھر اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرنا ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم باقاعدگی سے قرآن ترجمے کے ساتھ پڑھیں اور سنتِ رسول (ﷺ) پر عمل کریں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ

”خالق“ ہے اور رسول اللہ ﷺ ”مخلوق“ ہیں۔ جب مرتبے میں فرق ہے تو پھر اختیارات میں بھی فرق ہے۔  
 إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿البقرہ-20﴾ یہ آیت قرآن میں آٹھ مرتبہ دہرائی گئی ہے۔  
 بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۚ إِنَّا نَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ  
 إِلَيْنَا ۖ وَالْإِنْعَامُ -50 ﴿﴾

کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اُس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے اللہ کی طرف سے آتا ہے۔

پھر بھی کوئی اگر اللہ کے احکام کو نہیں مانتا تو اللہ اُسے ہدایت دے۔  
 سچ تو یہ ہے کہ: قرآن کو سمجھنے والے کبھی فرقہ نہیں بن سکتے اور فرقہ بننے والے کبھی قرآن کو نہیں سمجھ سکتے۔  
 اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا اور رسول اللہ ﷺ کا اطاعت گزار بنائے۔ اور ہمیں اُس راستے پر چلائے کہ جس کی منزل جنت الفردوس ہے۔ اور ہمیں شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین، ثَمَّ آمین۔



## متقین کے بارے میں قرآنی آیات

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ﴿البقرہ-2﴾<sup>۱</sup>

کتاب قرآن مجید کی سچائی میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کا کلام متقین کیلئے راہِ ہدایت ہے

هَذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿العمران-138﴾

یہ قرآن لوگوں کیلئے واضح پیغام اور اہل تقویٰ کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿النور-34﴾

اور ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں نازل کی ہیں، جن میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُعْضُونَ أَصْوَاهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿الحجرات-3﴾

جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے دبی آواز میں بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل میں تقویٰ کو جان لیا ہے۔ اُن کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

ذَلِكَ وَمَن يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿الحج-32﴾

یہ ہمارا حکم ہے اور جو شخص اللہ کی مقررہ کردہ حدود کی تعظیم کرے تو یہ عمل دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا تَسْلُكَ رِزْقًا نَّحْنُ نَزَّلْنَاهُ نَزْدُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿طہ-132﴾

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور اُس پر قائم رہو، ہم تم سے روزی کے خواستگار نہیں بلکہ تمہیں ہم روزی دیتے ہیں اور اہل تقویٰ کا انجام نیک ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿البقرہ-183﴾<sup>۲</sup>

مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

-- وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿المائدہ-2﴾

اور دیکھو نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں کسی کے ساتھ تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا أَعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿المائدہ-8﴾

اے ایمان والو! اللہ کیلئے انصاف کی گواہی دینے کیلئے کھڑے ہو جایا کرو۔ اور کچھ لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ انصاف ہی نہ کرو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہارے سب اعمال سے خبر دار ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿الذاریت-15﴾

بیشک پرہیزگار بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے۔

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿الشعراء-107﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرًا ۖ ﴿الشعراء-108﴾

میں (حضرت نوح علیہ السلام) تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ تو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔

قَالَ لَقَدْ مُلِّكَتُكَ قَالَ إِمَّا يَنْتَقِبُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿المائدہ-27﴾

(ہابیل نے قابیل سے کہا) میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اُس (قابیل) نے کہا کہ اللہ تقویٰ اختیار کرنیوالوں کی ہی نیاز (قربانی) قبول کرتا ہے۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿الأعراف-96﴾



اگر بستیوں کے لوگ (قوم شعیب) ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم اُن پر آسمان و زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے، مگر انہوں نے تو تکذیب کی سوہم نے ان کا اعمال کی سزا میں اُنہیں پکڑ لیا۔

قرآن مجید کی ان آیات میں تقویٰ اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے، اور تقویٰ کے فوائد و برکات بیان کئے گئے ہیں۔ خاص طور پر آخری آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے بارے بتایا ہے کہ اگر وہ تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم انکے لئے زمین و آسمان کی برکات کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے تکذیب کا راستہ اختیار کیا اور اللہ کے عذاب کی نذر ہو گئے۔ یہاں میں سورہ فاتحہ کی یہ خوبصورت دعائیہ آیت پیش کروں گا:

أَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿الفاتحہ-5﴾

(اے پروردگار) ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿الفاتحہ-6﴾

اُن لوگوں کے رستے پر کہ جن پر تیرا انعام اور فضل و کرم ہوتا رہا۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿الفاتحہ-7﴾

اُن لوگوں کے رستے پر نہیں کہ جن پر تیرا غضب ہوا، اور نہ ہی گمراہوں کے، آمین

اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ قرآن پاک ہی تمام جہانوں کیلئے نصیحت کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی وضاحت فرمادی ہے کہ انسان چاہے تو اللہ کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کر لے، جو ایسا کرے گا وہ آخرت میں عزت کا مقام پائے گا اور جو اس سے منہ پھیرے گا اور اپنی آخرت کی زندگی کو دُشوار بنائے گا۔

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿القلم-52﴾

اور لوگو! یہ قرآن تمام جہانوں کیلئے نصیحت ہے۔

وَإِنَّ لَدُنْكَ ذِكْرًا لِلْمُتَّقِينَ ﴿الحاقة-48﴾

اور یہ کتاب (قرآن) تو متقین (پرہیز گاروں) کیلئے نصیحت ہے۔

إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿المرسلت۔ 29﴾

یہ قرآن تو نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے پروردگار کی جانب پہنچنے کا راستہ اختیار کر لے۔

اے ربِّ کریم! تو ہمارے دلوں کو دنیاوی آلائشوں سے پاک فرما دے، یا ربِّ کریم تو ہماری زندگیوں میں آسانیاں

پیدا فرما اور ہمیں اپنے انعام یافتہ لوگوں میں شمار فرما۔ آمین، ثم آمین۔



## جنت کا راستہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔

1. دین کی تکمیل ہو گئی، اب نہ تو کوئی نبی آئیگا اور نہ ہی وحی کا نزول ہو گا۔ احکام الہی اور سنتِ رسول ﷺ کے علاوہ ہر عمل بدعت میں شمار ہو گا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی تکمیل کر دی اور نبوت کا خاتمہ کر دیا تو پھر کوئی انسان اپنی طرف سے کوئی اضافہ کیونکر کر سکتا ہے۔ بدعت کا مطلب دینِ اسلام میں خود ساختہ اضافہ ہے اور یہ شرک کے قریب تر ہے۔ مسلمانوں کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کی پیروی چھوڑ کر اپنے بنائے ہوئے قاعدے اور پیمانے اپنانے سے گریز کرنا چاہیے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اے لوگو! تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت و ناموس اسی طرح ایک دوسرے پر حرام ہے جس طرح یہ دن (یومِ قربانی) یہ مہینہ (ذی الحجہ) اور یہ شہر (مکہ مکرمہ) تم سب کے لیے قابلِ حرمت ہے اور اسی نکتہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! آخر کار تمہیں مرنے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس ہوگی، خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو۔ اے لوگو! تم سب کا اللہ بھی ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے، لہذا کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر، کسی کالے کو گورے پر کوئی پیدائشی برتری اور فضیلت نہیں ہوگی، ہاں! افضل وہ ہے جو پرہیزگار ہو، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان ایک کنبہ اور خاندان کے مانند ہیں۔ اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا، تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے، وہ چیز ہے اللہ کی کتاب (قرآن) "قرآن ہی قیامت تک مومنین اور پرہیزگاروں کیلئے راہِ ہدایت ہے۔" اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ میرے بعد کوئی نئی امت ہے، پس تم سب اللہ کی عبادت کرنا، نماز پنجگانہ کی پابندی کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، خوش دلی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینا، اللہ کے گھر کا حج کرنا اور

اللہ کی جنت میں جگہ حاصل کرنا۔

لوگو! اپنے نسب کو میرے پاس مت لانا، بلکہ اپنے اعمال کو میرے پاس لیکر آنا۔

آخر میں سرورِ کائنات رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ

ایک دن اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے میرے متعلق گواہی طلب کریں گے، تم اس وقت کیا جواب دو گے؟

اس پر مجمعِ عام سے پر جوش صدائیں بلند ہوئیں۔

اِنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ، وَاذْكُرْتَ، وَنَصَحْتَ " اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے سب احکام پہنچا دیئے، آپ نے فرضِ

رسالت ادا کر دیا، آپ نے کھرے کھوٹے کو الگ کر دیا۔

اس وقت حضور سرورِ عالم ﷺ کی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھی، ایک دفعہ آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے

تھے اور دوسری دفعہ مجمع کی طرف اشارہ کرتے تھے اور کہتے جاتے تھے "اللَّهُمَّ أَشْهَدُ، اللَّهُمَّ أَشْهَدُ، اللَّهُمَّ أَشْهَدُ"

اے اللہ خلقِ خدا کی گواہی سن لے، اے اللہ خلقِ خدا کا اعتراف سن لے، اے اللہ گواہ ہو جا۔

یہاں رسول اللہ ﷺ کے خطبہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ کے ہر فرمان کو لوگوں تک

پہنچا دیا۔ جس کی گواہی وہاں موجود تمام لوگوں نے دی۔ آپ ﷺ کا گواہی طلب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اب

نبوتِ پایہ تکمیل کو پہنچ گئی تھی اور آپ ﷺ کے وصال کا وقت قریب آ گیا تھا۔

خطبہ حج سے فارغ ہوئے، تو جبرائیل امین وہیں تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کا تاج شہنشاہی لے آئے اور یہ آیت

نازل ہوئی۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴿الْمَعَادَةُ-3﴾

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور دینِ اسلام پر اپنی رضامندی کی

مہر لگادی۔

یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر قرآن کی ایک آیت ہماری کتاب میں ہوتی تو ہم اس کا دن



ضرور مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے تو انہوں نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔  
"الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے مسلمانوں پر واضح کر دیا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت اور قرآن دونوں کی تکمیل ہو چکی۔ اب نہ تو کوئی نبی ہی آئیگا اور نہ احکام خداوندی، جب نبی کا کام مکمل ہو گیا تو کتاب اللہ یعنی قرآن بھی مکمل ہو گیا۔ نبوت اور وحی کا سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر آکر آج ختم ہو گیا۔ اس آیت میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اب دین اسلام مکمل ہو چکا ہے اور اس میں مزید کسی اضافے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پیغام رسانی یعنی وحی کا سلسلہ جو رسول پاک ﷺ کے ذریعے جاری تھا ختم کر دیا گیا۔ اب کتاب اللہ قرآن پاک اور سنت اور حدیث رسول ہی ہمارے لئے راہِ ہدایت ہے۔ ہر وہ قول و فعل جو اس کے بعد وجود میں آیا۔ سب بدعتیں یعنی دین اسلام میں خود ساختہ اضافہ ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ کا مقام ہے۔ حکم خداوندی کے مطابق رسول اللہ ﷺ ہم انسانوں کیلئے نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتے، مگر ان کی سنت پر عمل کرنے سے ہر کوئی قرب الہی اور جنت کا حقدار ہو گا۔ دورانِ حج جمرہ پر پتھر پھینکتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اے لوگو! مذہب میں حد سے مت گزر جانا بلکہ اعتدال میں رہنا، تم سے پہلی امتیں اسی سے برباد ہوئی تھیں۔

سورہ الجن کی آیات 20 تا 24 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ﴿الجن-20﴾

اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ میں تو اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا۔

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿الجن-21﴾

یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے لئے کسی نقصان یا نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔

قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ﴿الجن-22﴾

یہ بھی کہہ دو کہ اللہ کے عذاب سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اُس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں پاؤں گا۔

إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ﴿23﴾ الجن۔

ہاں! اللہ کے احکام اور پیغاموں کو پہنچانا میرے ذمے ہے۔ جو شخص اللہ اور اُس کے پیغمبر کی نافرمانی کریگا تو ایسے لوگوں کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حق شفاعت دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ حق شفاعت استعمال کرتے ہوئے اللہ سے مسلمانوں کیلئے معافی کی سفارش کریں گے، جبکہ بخشش کا اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سفارش مسلمانوں کیلئے راہِ نجات ہوگی۔

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ﴿87﴾ مریم۔

تو لوگ کسی کیلئے شفاعت کا اختیار نہیں رکھیں گے مگر جس نے رحمن سے وعدہ لے لیا ہو۔  
4۔ بیشک اللہ ہی تمام اختیارات کا مالک ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴿المومن۔ 60﴾

اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دُعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ﴿فاطر۔ 13﴾

اور جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے ریشے جتنا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿فاطر۔ 15﴾

لوگو! تم سب اللہ کے در کے محتاج ہو اور اللہ تو بے نیاز اور لائقِ حمد و ثناء ہے۔

5۔ درود کا مطلب رحمت، سلامتی اور برکت ہے۔ درود رسول اللہ ﷺ تک تب ہی پہنچتا ہے، جب ہم انکے بتائے ہوئے طریقے سے بھیجیں۔ اسکے علاوہ اختیار شدہ ہر طریقہ بے ادبی میں شمار ہوتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿الاحزاب۔ 56﴾

اللہ اور اُس کے فرشتے اس پیغمبر ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

ہم اپنی نماز میں درودِ ابراہیمی پڑھتے ہیں تو ہماری نماز مکمل ہوتی ہے۔ اگر نماز میں سورۃ فاتحہ اور درودِ ابراہیمی میں سے



کوئی بھی ایک نہ پڑھا جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ درودِ ابراہیمی سے زیادہ کسی درود کی فضیلت نہیں ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ  
اے اللہ! رحمتیں نازل فرما محمد ﷺ اور ان کی آل پر، جیسے کہ تو نے رحمتیں نازل فرمائیں ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر، بیشک تو تعریف کا سزاوار اور بڑی بزرگی والا ہے۔

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ  
اے اللہ! برکتیں نازل فرما محمد ﷺ اور ان کی آل پر، جیسے کہ تو نے برکتیں نازل فرمائیں ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر، بیشک تو تعریف کا سزاوار اور بڑی بزرگی والا ہے۔

ہر کوئی درود و سلام بھیجنے سے عاجز ہے، جب تک وہ اللہ تعالیٰ کو وسیلہ نہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ کے توسط سے بھیجا جانے والا درود و سلام ہر مسلمان کیلئے افادیت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے توسط کے بغیر بھیجا جانے والا درود و سلام شانِ رسالت میں بے ادبی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی کرنیو الادارۃ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾  
اللہ اور اُس کے فرشتے تم پر درود بھیجتے ہیں، تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لیجائے۔ اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے۔

جب ہم لوگ اللہ کے توسط سے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو!

☆۔ اللہ تعالیٰ اُس درود کو کئی گنا بڑھا کر آپ ﷺ کو پیش کرتے ہیں

☆۔ ہمیں اُس کی برکات و ثواب سے نوازا جاتا ہے۔

☆۔ جو اب اللہ اور فرشتے درود بھیجنے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔

6۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے (رسول اللہ ﷺ) مانگنا شرک ہے اور شرک کی سزا جہنم کی آگ ہے۔

ہر مسلمان نماز میں اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے:

"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" ﴿البقرہ۔ 4﴾

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

اللہ سے یہ عہد کرنے کے بعد کیا ہمیں اللہ کے سوا کسی اور سے مدد مانگنی چاہیے۔ ہر مسلمان کو یہ ضرور سوچنا چاہیے۔  
قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنَّا أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ  
إِلَيَّ ﴿الانعام- 50﴾

کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اُس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے اللہ کی طرف سے آتا ہے۔  
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴿النساء- 116﴾

اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتے گا کہ کسی کو اُس کا شریک بنایا جائے۔ اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے گا بخش دیگا۔

7۔ رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔

إِنِّي فَرَطُ لَكُمْ فرمایا! میں اب تم لوگوں کا پیشوا ہوں یعنی کہ میں تم لوگوں سے پہلے ہی وفات پا کر جا رہا ہوں تاکہ وہاں  
جا کر تم لوگوں کے لئے حوض کوثر وغیرہ کا انتظام کروں۔ (بخاری کتاب الحوض جلد دوم)

اپنے مرض وفات میں آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور چپکے چپکے ان سے کچھ فرمایا تو وہ رو  
پڑیں۔ پھر بلایا اور چپکے چپکے فرمایا تو وہ ہنس پڑیں جب ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے اس کے بارے میں  
حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
آہستہ آہستہ مجھ سے یہ فرمایا کہ میں اسی بیماری میں وفات پا جاؤں گا تو میں رو پڑی۔ پھر چپکے چپکے مجھ سے فرمایا کہ  
میرے بعد میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم وفات پا کر میرے پیچھے آؤ گی تو میں ہنس پڑی۔ (بخاری  
شریف باب مرض النبی جلد 2 صفحہ 638)

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ”سُخ“ (مسجد نبوی سے ایک  
میل دور جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا۔) سے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی۔  
سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور  
سے چادر ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ



ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہر گز خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پا چکے۔ اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع کر دیا کہ:

اما بعد! جو شخص تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد ﷺ کا وصال ہو گیا اور جو شخص تم میں سے اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا تھا، تو وہ جان لے کہ اللہ تو زندہ ہے اور وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَأَنْتُمْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ إِنْ قُلْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾

اور محمد (ﷺ) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم لٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو لٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا۔ ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سورہ آل عمران کی یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

8۔ ادب و تعظیم اور مرتبہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔

حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا!

اے لوگو! مذہب میں حد سے مت گزر جانا بلکہ اعتدال میں رہنا، تم سے پہلی امتیں اسی سے برباد ہوئی تھیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جس محفل میں اللہ کا ذکر اور مجھ پر درود نہ بھیجا جائے، وہ اللہ کی رحمتوں سے محروم رہتے ہیں۔ اور عقیدت میں میرے رتبے کو مت بڑھاؤ، میں تو صرف اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول ہوں۔

رسول اللہ ﷺ جب مسجد یا محفل میں تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تعظیماً کھڑے ہو جاتے، یہ فعل آپ کو ناگوار گزرتا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے آگے فرشتوں کا سجدہ ریز ہونا اور معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے احترام میں فرشتوں کا تعظیماً کھڑے ہونا اس وجہ سے تھا کہ ہر دو مواقع پر حضرت آدم علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ مجسم حاضر تھے۔ تعظیم تو یہ ہے کہ ہم باطن میں سنت رسول اللہ ﷺ پر کتنے عمل پیرا ہیں۔ ذرا گریبان میں جھانکیے۔

9۔ اپنے گناہوں پر نادام ہونے اور معافی مانگنے والے کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ اور اُس کیلئے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿النساء- 110﴾

اور جو شخص کوئی بُرا کام کر بیٹھے، یا اپنے حق میں ظلم کر لے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان پائے گا۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿البقرہ- 160﴾

ہاں جو توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کر لیتے ہیں اور احکام الہی کو صاف صاف بیان کر دیتے ہیں تو میں ان کے قصور معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہوں۔

حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق اللہ تعالیٰ کو شدت سے انتظار ہوتا ہے کہ بندہ اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے۔

10۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی ﷺ، کتاب قرآن اور دین اسلام عطا کئے۔ جنت کو پانے کیلئے مسلمان سے زیادہ



مومن ہونا ضروری ہے، کیونکہ مسلمان اللہ کو مانتا ہے جبکہ مومن اللہ کی مانتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بڑا واضح پیغام دیا ہے۔

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿البقرة-121﴾

جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو اس طرح پڑھتے ہیں، جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے، یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کو نہیں مانتے، وہی لوگ خسارہ پانیوالے ہیں۔

اے اللہ! تو ہمارے اعمال میں کوتاہیوں کو دور فرما۔ ہمیں صراطِ مستقیم سے بھٹکنے سے بچالے۔ ہمیں اُس راستے پر چلا کہ جس پر چل کر ہم تیرے انعام کے حقدار ٹھہریں۔ اے اللہ تو ہمیں ہر اُس راستے پر چلنے سے بچا کہ جس پر چل کر ہم گمراہیوں اور تیرے غضب کا نشانہ بنیں۔ اے اللہ! تو ہماری دونوں زندگیوں میں آسانیاں پیدا فرما، تو ہمیں ہدایت دے اور اور ہماری راہنمائی فرما اور ہمارا شمار اپنے نیک بندوں میں کرنا۔ آمین ثم آمین

## اسلام میں یکجہتی کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو اپنا آخری نبی بنایا پھر اپنی ہدایت کی کتاب قرآن اتاری۔ اللہ ایک، نبی ایک، کتاب ایک اور دین بھی ایک مگر مختلف ادوار میں دین اسلام کو پیچیدہ بنایا جاتا رہا ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد فرقہ بندیوں نے جنم لیا۔ پہلے سنی اور شیعہ بنے پھر ایک اور فرقہ اٹھا جو خود کو فاطمی اسماعیلی کہلانے لگا۔ پھر اسلام میں فرقہ بندیاں جنم لینے لگیں۔ اہل سنت والجماعت، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، وہابی اور لاہوری گروپ، نامعلوم کتنے فرقے بن گئے، پھر سفید پگڑیوں والے، سبز پگڑیوں والے اور نسواری پگڑیوں والے بھی نظر آنے لگے۔ ہمارے علماء نے بڑا کام کیا کہ چار امام بنا دیئے اور انکی تعلیمات سے لوگوں کو منسلک کرنا شروع کر دیا۔ اور لوگ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی کہلانے لگے۔ اسلام میں امام تو مسجد میں ہوتا ہے اور کوئی امام نہیں ہے۔ میں کسی کو بُرا نہیں کہتا مگر یہ ضرور کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴿المائدہ-3﴾

آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ هَذِهِ تَذَكُّرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿الدھر-29﴾

یہ (قرآن) تو نصیحت ہے جو چاہے وہ اپنے پروردگار کی طرف پہنچنے کا راستہ اختیار کر لے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ﴿العمران-103﴾

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں فرقوں میں مت بٹ جانا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿محمد-33﴾



اے ایمان والو! اللہ اور اُسکے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴿الزمر-3﴾

ہاں بندگی تو خالص اللہ ہی کی ہے۔ اور جس نے اس کے سوا اور ولی بنائے، وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کو صرف اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں، اللہ ان میں اس بات کا فیصلہ کر دیگا۔ بیشک اللہ جھوٹوں اور ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنَّ شُكْرُكُمْ وَأَمْنُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿النساء-147﴾

اگر تم اللہ کے شکر گزار بنو، اور اُس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کریگا۔ اور اللہ تو قدر شناس اور دانا ہے۔

ان سب آیات کو پڑھ کر ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ:

جب ایک اللہ، ایک نبی (ﷺ)، ایک قرآن اور ایک ہی دین ہے تو پھر:

یہ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی فقہ کیا ہیں؟ یہ سُنی، دیوبندی، اہل سنت والجماعت، بریلوی اور شیعہ وغیرہ کیا ہیں؟ یہ سفید، سبز اور نسواری پگڑیاں آخر یہ سب کیا ہے؟ ہر کسی نے اپنا قبلہ و کعبہ الگ کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو صاف فرمادیا ہے کہ میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ جب اللہ نے خود مزید احکام دینا بند کر دیئے ہیں تو بندے دین اسلام کو تقسیم در تقسیم کیوں کئے جا رہے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرقے بنانے سے بھی منع فرمادیا ہے، پھر یہ بھی فرمادیا ہے کہ "اے ایمان والو! اللہ اور اُسکے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔" مزید یہ بھی فرمادیا ہے کہ "ہاں بندگی تو خالص اللہ ہی کی ہے۔ اور جس نے اس کے سوا اور ولی بنائے، وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کو صرف اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، تو جن باتوں میں یہ

اختلاف کرتے ہیں، اللہ ان میں اس بات کا فیصلہ کر دیگا۔ بیشک اللہ جھوٹوں اور ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔" اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لہجے میں نرمی پیدا کرتے ہوئے سمجھانے کے انداز میں فرمایا:

اگر تم اللہ کے شکر گزار بنو اور اُس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تم کو عذاب دیکر کیا کریگا۔ اور اللہ تو قدر شناس اور دانا ہے۔ اگر یہ سب پڑھ کر بھی ہمیں احساس نہیں ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں تو پھر اللہ نے انہی آیات میں صاف صاف بتا دیا ہے کہ "بیشک اللہ جھوٹوں اور ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔"

مجھے تو آج تک کبھی فقہی مسئلہ درپیش نہیں آیا اور ہماری آبادی کی اکثریت کو پتہ ہی نہیں ہے کہ فقہ کیا ہے تو پھر انہیں اس مسئلہ میں الجھانے کی کیا تک ہے؟ علماء اور مفتی صاحبان کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے مسائل کو ان فقہاء کے علم کی روشنی میں حل کریں۔ نہ کہ لوگوں کی گروپنگ کر دیں کہ تم حنفی ہو، تم شافعی ہو، تم حنبلی ہو اور تم مالکی ہو۔ مجھے تو یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ اسلام میں فرقے نہیں اور فرقوں میں اسلام نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ نے اپنی اپنی علمی استعداد کے مطابق دینی مسائل کا فقہی حل پیش کیا ہے۔ اب اگر کوئی ایک امام کے افکار کو اپنالیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ باقی تین سے متفق نہیں ہے۔ جبکہ انہوں نے بھی اپنی علمی استعداد کے مطابق مسائل کا فقہی حل بتایا ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ساتھ پیش آنیوالے مسائل کیلئے علماء وقت سے رجوع کرے اور علماء انہیں تسلی بخش جواب دیں۔ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے اتنی ذہانت دی ہے کہ وہ پیش آنیوالے مسئلے کو سمجھنے کی استعداد رکھتا ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ حل اُس کی مرضی کے مطابق ہو۔ یاد رکھو! تقویٰ اور پرہیزگاری یہ ہے کہ بندہ اللہ کی رضا کو سمجھے اور غلط ہو تو اپنی اصلاح کیلئے اللہ سے رجوع کرے اور معافی مانگے۔ بندے کی ندامت پر اللہ کی رحمت اُٹھ آتی ہے اور معافی کا طلبگار اللہ کی قربت حاصل کر لیتا ہے۔

غالباً اسی تناظر میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک

ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک



حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک  
 کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک  
 فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں  
 کیا زمانے میں پینے کی یہی باتیں ہیں  
 قلب میں سوز نہیں، رُوح میں احساس نہیں  
 کچھ پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں  
 وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود  
 یہ مسلمان ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود  
 یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو  
 تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے جوابِ شکوہ کے آخری شعر میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کا نچوڑ بیان کر دیا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں  
 یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

## رشد و ہدایت

جو بات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی، اور جو اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ نے عملاً کیا، یا پھر زبان سے اظہار کیا، اُس سے بڑھ کر کسی بات یا عمل کی فضیلت نہیں ہو سکتی۔ جو کوئی ایسا کرتا ہے یا پھر سوچتا ہے، اُس کے ایمان پر سوالیہ نشان ہے۔

نماز اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتی، جب تک کہ درودِ ابراہیمی نہ پڑھا جائے۔ جب نبی کریم ﷺ نے نماز میں درودِ ابراہیمی پڑھا تو اللہ نے بھی اس کے بغیر پڑھی نماز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا پڑھا ہوا درود ہی سب درودوں سے بڑھ کر افضل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے بعد بنائے گئے دوسرے درود، درودِ ابراہیمی پر کبھی بھی فضیلت نہیں پاسکتے۔ تو کون مومن ایسا ہے جو بہتر اجر پانے کی راہ نہ اپنائے۔

درودِ ابراہیمی اور دوسرے تمام درود ان الفاظ کیساتھ شروع ہوتے ہیں:

اے اللہ! تو رحمتیں نازل فرما، اے اللہ تو برکتیں نازل فرما۔ ان الفاظ سے رسول اللہ ﷺ کی حرمت کا احساس ہوتا ہے۔ یعنی ہمیں آپ ﷺ کے نام درود بھیجنے میں بھی ان کی ذاتِ مبارک کا احترام کرنا ہوگا۔ پھر اس بات کا بھی بخوبی احساس ہو جاتا ہے کہ ہم میں اور رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارک میں ایک پردہ حائل ہے۔ جس کیلئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے سہارے کی ضرورت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن میں بار بار یہ فرما رہا ہے کہ میں ہر چیز پر قادر ہوں، اور جو کوئی اس سہارے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتا ہے وہ اللہ کی قدرت سے انکار کر رہا ہے۔ اور نہ صرف وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے منکر ہو کر شرک کا مرتکب ہوتا ہے، بلکہ شانِ رسالت میں بے ادبی کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔

لہذا اپنے بنائے ہوئے درود و سلام اور طریقوں کی بجائے شانِ رسالت ﷺ میں درودِ ابراہیمی کا نذرانہ پیش کیا جائے۔ اور آداب و تعظیبات کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔

عید میلاد النبی منانے والوں نے سورہ یونس کی اس آیت کا ترجمہ اپنے مقصد کے مطابق بیان کیا ہے:



قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اُسی کی رحمت اور اُسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔ (کنز الایمان، مولانا احمد رضا بریلوی)  
علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے میلاد النبی کے حق میں دلائل دیتے ہوئے اس آیت کا سہارا لیا ہے اور بیان کیا ہے

"اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے حاصل ہونے پر خوشی منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کائنات پر اللہ تعالیٰ جل و جلالہ کا فضل عظیم اور ایسی رحمت ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے رحمتہ العالمین کہہ کر پکارا ہے۔"

جواب: کنز الایمان میں اسی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مولانا احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:  
"حضرت ابن عباس و حسن و قتادہ نے کہا کہ اللہ کے فضل سے اسلام اور اُس کی رحمت سے قرآن مراد ہے ایک قول یہ ہے کہ فضل اللہ سے قرآن اور رحمت سے احادیث مراد ہے۔"

کہہ دو کہ یہ کتاب اللہ کے فضل سے اور اُس کی مہربانی سے نازل ہوئی ہے، تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں۔ (ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری)

اگر ہم اس سے پہلے کی آیت اور ترجمہ پڑھیں تو ہمیں اس کے سیاق و سباق کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ يونس۔  
لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت آپہنچی ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہیں:  
رُسول اللہ ﷺ پر قرآن عظیم کے نازل فرمانے کے احسان پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی (ﷺ) سے فرماتے ہیں۔ اللہ کا واعظ یعنی پیغام تمہارے پاس آچکا، جو تمہیں برائیوں سے روک رہا ہے اور دلوں کے شکوک کو دور کر رہا ہے، جس سے ہدایت حاصل ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت ملتی ہے۔

محترم احمد رضا بریلوی بھی کنز الایمان میں اس آیت کی تفسیر کو اسی سیاق و سباق کیساتھ بیان فرماتے ہیں۔  
تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سورہ کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ رُسولِ اکرم ﷺ سے مخاطب ہیں۔ کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے قرآن نازل کیا گیا ہے جو برائیوں سے روکتا ہے، اور دل کے وسوسوں کو دور کرتا ہے۔ یہ تمہارے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے، اس پر عمل کرو گے تو اللہ کی طرف سے تم پر رحمت کی بشارت ہے۔  
موصوف نے لفظی معنوں سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے۔ جو سادہ لوح لوگوں کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کی کوشش ہے۔ آیت 58 کے آخری حصے کو بیان نہیں کیا گیا۔ ملاحظہ فرمائیے:-

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿58﴾ یونس۔

کہہ دو کہ یہ کتاب اللہ کے فضل اور اُسکی مہربانی سے نازل ہوئی ہے، تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں، یہ اُس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع (دھن و دولت) کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے کہ قرآن میرے فضل سے لوگوں پر مہربانی کیلئے نازل ہوا ہے، اس لئے لوگ اس ہدایت اور میری رحمت پر خوش ہوں، یہ خوشی اُس سے کہیں بڑھ کر ہے جو کہ انہیں مال و زرع جمع کر کے ہوتی ہے۔

اگلے صفحات میں موصوف نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ کی حدیث بیان کی ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے پیر کہ روزے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں روزہ یوم ولادت اور نزولِ وحی کی مناسبت سے رکھتا ہوں۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں اس دن کو منانے کا حکم ہر گز نہیں دیا، ہاں سنتِ رسول اللہ ﷺ کی مناسبت سے روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں اور سنت کا ثواب ملتا ہے۔

میں یہاں صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد بار یہ ارشاد فرمایا ہے:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿ال عمران۔ 132﴾

اور اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔



اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت سے مطلب یہ ہے کہ وہ احکام جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے ہم تک پہنچائے، ہم ان پر عمل کریں، تاکہ اللہ کے رسول کی اطاعت بھی ہو جائے اور حکمِ ربی کی بھی اطاعت ہو جائے۔ اگر ہم قرآن کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی اطاعت کا ذکر کیا ہے وہیں اطاعتِ رسول کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو احکامات ہمیں قرآن میں دیئے ہیں انہیں نبی کریم ﷺ کی وساطت سے ہم تک پہنچایا ہے۔

رسول کے معنی ہیں "بھیجا ہوا" اور پیغمبر کے معنی ہیں "پیغام پہنچانے والا"

اس سے یہ بات آسانی سے سمجھ آ جاتی ہے کہ نبی اللہ کا بھیجا ہوا یا منتخب کیا ہوا بندہ ہے کہ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنا پیغام اپنے بندوں تک پہنچاتا ہے۔ تو ہمیں نبی کی اطاعت کرنی ہے اللہ کا پیغام سننا ہے اور اُس پر عمل درآمد بھی کرنا ہے۔ اور بندگی اور عبادت صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہاں بھی بندگی اور عبادت کا ذکر کیا ہے۔ اپنی ذات کے متعلق کیا ہے۔ نبی کا وہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت ہم سے تقاضہ کرتی ہے کہ ہم ان احکام پر عمل کریں جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے لیکر ہم تک پہنچائے ہیں۔ نبی کی محبت کو ہم عبادت کا درجہ دے کر اللہ کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے۔ البتہ اپنی ابدی زندگی کیلئے مشکلات ضرور پیدا کر لیں گے۔

یہ ایام منانے اور نہ منانے والوں نے فرقہ بندیاں پیدا کر دی ہیں۔ اور نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ ایک مسلمان اللہ کے گھر نماز کیلئے جاتا ہے اور بم دھماکے میں مر کر گھر لوٹتا ہے۔ نہ تو اللہ نے ایام منانے کے احکام نازل فرمائے ہیں اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے ایام منانے کیلئے حکم فرمایا ہے۔

اگر سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو سنت یہ ہے کہ آپ اپنے یومِ ولادت پر روزہ رکھیں تو یہ سنت ہوگی۔ اور سنت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مشابہ ہم بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ راستہ بھٹکنے والوں کی راہنمائی فرمائے آمین ثم آمین۔

## اطاعت اور سنتِ رسول ﷺ کی اہمیت اور مقام

جنگِ خندق کے ایام میں ایک سرد اندھیری اور بھیانک رات تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نمازِ عشاء کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کیساتھ تشریف فرما تھے۔ سردی اتنی تھی کہ ہڈیوں کے گودے تک کو جمادے اور رات اتنی اندھیری کہ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہ دے۔ اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخاطب ہوتے ہیں۔

تم میں سے کون شخص ہے جو دشمن کے لشکر میں جا کر ان کی خبر لا کر مجھے دے؟

کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ اُٹھ کر کہے کہ اللہ کے رسول! بندہ آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت کیلئے حاضر ہے۔ سب لوگ نظریں جھکائے بیٹھے تھے۔ کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے نظریں ملا کر وہ سر سے پاؤں تک شرمندگی میں ڈوب جائے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ ایسے کہ آپ ﷺ کے حکم پر جان تک قربان کر دیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے پھر پکارا! تم میں سے کون شخص ہے جو دشمن کے لشکر میں جا کر ان کی خبر لا کر مجھے دے؟ میں اُس کیلئے اللہ تعالیٰ سے جنت میں اپنا سا تھی ہونے کی دعا کرتا ہوں۔

مجلس میں اب بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کسی بھی صحابی نے آپ ﷺ کی آواز پر لبیک نہیں کہا۔

تیسری مرتبہ رسول اللہ ﷺ پھر پکارتے ہیں! کوئی ہے جو دشمن کے لشکر میں جائے اور ان کی خبر لا کر مجھے دے؟ میں اُس کیلئے اللہ تعالیٰ سے جنت میں اپنا سا تھی ہونے کی دعا کرتا ہوں۔

سب لوگ اب بھی خاموش تھے۔ اس مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خندق کے محاذ پر اُس وقت صرف تین سو لوگ رہ گئے تھے۔ منافقین حیلے بہانوں سے ایک ایک کر کے سب کھسک گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے اُٹھے اور ہم لوگوں کے بیچ میں آ گئے۔ میرے پاس تشریف لائے اور کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا! تم کون ہو؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مسلمان اُس وقت ناکافی سامان کی وجہ سے پریشانی کے عالم میں



تھے۔ اس بخ بستہ اور بھیا نک رات میں حالت یہ تھی کہ ہماری آنکھیں پتھر ا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آرہے تھے۔ میں اپنی بیوی کی چھوٹی سی چادر میں خود کو سردی سے بچانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ فاقوں اور سردی کی شدت میں سمٹے ہوئے میں بولا:

اللہ کے رسول ﷺ! میں حذیفہ بن یمان ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ میرے اور قریب آگئے اور سرگوشی میں فرمایا! حذیفہ چپکے سے دشمن کی طرف جاؤ اور مجھے وہاں کے حالات سے آگاہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم سن کر میں نے سخت سردی کی اس بھیا نک رات میں اپنے قدم دشمنوں کے خیموں کی طرف بڑھا دیئے۔ میرے اٹھتے ہوئے قدموں کو دیکھ آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

"اللهم احفظه من بين يديه، ومن خلفه، وعن يمينه، وعن شماله، وعن فوقه وتحتة"

اے اللہ! اس کی حفاظت فرما، اس کے سامنے سے، اس کے پیچھے سے، اس کے دائیں سے، اس کے بائیں سے، اس کے اوپر سے اور اس کے نیچے سے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں! آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اس دعا کے ادا ہوتے ہی میرے دل سے خوف اور بدن سے سردی کے اثرات زائل ہو گئے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں کسی گرم حمام میں ہوں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کیلئے گزارا ہوا یہ وقت میری زندگی کے سب سے زیادہ حسین لمحات تھے۔

جب میں جانے کیلئے پلٹا تو اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے پکارتے ہوئے فرمایا! حذیفہ! دشمن کے لشکر میں پہنچ کر کوئی اقدام مت کرنا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا اور رات کے اندھیرے اور خاموشی میں چلتا ہوا مشرکین کے لشکر میں جا پہنچا۔ وہ لوگ ایک جگہ جمع تھے۔ چنانچہ میں بھی ان میں گھل مل گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ابوسفیان کھڑا ہوا، اور کہنے لگا: اے قریش کے لوگو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں مگر مجھے خوف ہے کہ یہ بات کہیں محمد ﷺ تک نہ پہنچ جائے، اس لئے ہر شخص اپنے ساتھ والے کو اچھی طرح دیکھ لے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کی بات سنتے ہی میں اپنے ساتھ والے سے پوچھا: بھائی تم

کون ہو؟ اُس نے مجھے اپنا نسب بتایا اور پلٹ کر مجھ سے کچھ پوچھنے کی زحمت گوارہ نہ کی۔ ابوسفیان بولا کہ سنو لوگو! اب ہمارے لئے مزید یہاں رکنا مناسب نہیں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے مویشی ہلاک ہو رہے ہیں، لشکر کیلئے کھانے کی فراہمی مشکل ہوتی جا رہی ہے۔ بنو قریظہ کے یہودی ہماری مدد سے کنارہ کش ہو گئے ہیں، اوپر سے ہوا کے تیز جھکڑوں نے نہ صرف ہمارے خیمے اکھاڑ دیے ہیں بلکہ ہمارے کھانے کے برتن تک الٹا دیئے ہیں۔ ایسے حالات میں یہاں رکنا ہمارے لئے مزید نقصان دہ ہوگا، بہتر یہی ہوگا کہ واپسی کی راہ لو۔ یہ کہتے ہوئے وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور واپس روانہ ہو گیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابوسفیان لوگوں سے خطاب کر رہا تھا تو وہ میری دسترس میں تھا، اور میں اُسے با آسانی تیر مار کر ہلاک کر سکتا تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے چونکہ مجھے کچھ کرنے سے منع فرمایا تھا، اسلئے میں اس اقدام سے باز رہا۔

میں واپس لوٹا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے ہیں۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے دیکھ کر اپنے پاس بلا لیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے اپنی چادر کا کنارہ مجھ پر ڈال دیا اور میں نے مشرکین کے لشکر کا تمام احوال رسول اللہ ﷺ کو بتا دیا، جسے سُن کر اللہ کے رسول بہت خوش ہوئے اور اللہ کی بزرگی بیان فرماتے ہوئے اُس کا شکر ادا کیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ لوگ انہیں آپ ﷺ کا رازدار کہتے تھے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غیب کا علم جانتے تھے۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو نبی کریم ﷺ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکرِ کفار میں کیوں بھیجتے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو آپ ﷺ کی عزت و حرمت مقصود ہوتی تو آپ ﷺ کو غیب کی باتوں سے آگاہ کر دیتے اور آپ ﷺ وہ باتیں صحابہ کرام کو یا پوچھنے والوں کو بتا دیتے تھے۔ ان باتوں سے رسول اللہ ﷺ کی عظمت کم نہیں ہوتی۔ حقیقت تو یہ ہے اللہ تعالیٰ کی صفات اور نبی محترم ﷺ کی صفات میں واضح فرق ہے، کیونکہ اللہ خالق ہے اور محمد ﷺ مخلوق اور اللہ کے نبی ہیں۔

اللہ جو چاہتا ہے وہ اپنے نبیوں کو عطا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:



تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ - ﴿البقرہ- 253﴾

یہ پیغمبر جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں، ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو جانوروں کی زبان سمجھنے کی قوت بخشی اور لوہے کو اُن کیلئے نرم کر دیا، وہ اپنے ہاتھوں سے لوہے یا کسی دھات کو آسانی کے ساتھ موڑ لیتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی زبان سمجھنے کی قوت عطا کی۔ جنات کو اُن کے قابو میں کیا اور ہواؤں کو ان کی دسترس میں کر دیا۔ اللہ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آخری نبی کا درجہ عطا کیا، انہیں تمام عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔

"یاد رہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پہلے ہر نبی کی رسائی اور دسترس اپنی قوم تک محدود تھی"

اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام انبیائے کرام کی قوموں کیلئے حق شفاعت عطا فرمایا، یعنی ہر نبی کی قوم کے لوگ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہی شفاعت کیلئے رجوع کریں گے۔

اطاعتِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ ۖ ﴿الأنفال- 20﴾

اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے حکم پر چلو اور اس سے روگردانی نہ کرو۔

اللہ اور اُس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ وہ احکام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذریعے ہم تک پہنچائے، اُن پر عمل کیا جائے۔ جب اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کہہ دیا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تو پھر یہ فرض ہو جاتا کہ اُس پر عمل کیا جائے۔ عمل نہ کرنیوالا نہ صرف گنہگار ہو گا بلکہ وہ گُفَر کا مرتکب بھی ہو گا۔ اس کو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کہتے ہیں۔

سُنَّتِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کیا ہے؟

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قول و فعل سنت کہلاتے ہیں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قول اللہ تعالیٰ کے حکم کا درجہ رکھتے ہیں اور اُن پر عمل نہ کرنیوالا گنہگار ہو گا اور وہ فعل جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کرنے کا طریقہ بتایا وہ بھی احکامِ الہی میں شمار ہونگے اور اُن پر

عمل کرنا بھی ہر مسلمان کیلئے لازم ہے۔ وہ فعل جو فطری تھے یا جو آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ادا فرمائے، مگر آپ ﷺ نے اُن کو کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔ یہ بھی سنت ہی کہلائیں گے اُن کے نہ کرنے سے گناہ نہیں ہوگا، لیکن ہم اُس کام کو سنت کے مطابق ادا کرنے کی نیکیوں اور فضیلتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ اور پھر ہماری رُسل اللہ ﷺ سے محبت کا معیار بھی کم ہو جائیگا۔ احکام الہی پر عمل کرنا فرض ہے۔ جبکہ سنت پر عمل کرنا واجب ہے۔ ترکِ سنت گناہ ہے جبکہ کوتاہی، عدم واقفیت یا مجبوری کی صورت میں معافی کی گنجائش ہے۔

مومن کے اعمالوں کا حساب اللہ اور اُسکے رُسل ﷺ کی اطاعتِ سنتِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے سے ہوگا۔ اور مومن اپنے اعمال سے درجات پائیں گے۔ جس طرح دنیا میں لوگ کم مرتبہ اور اعلیٰ مرتبہ ہیں، اسی طرح جنت میں مومنین اپنے اعمال کے حساب سے درجات پائیں گے۔

اس واقعہ میں رُسل اللہ ﷺ نے پہلے سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ "تم میں کون ہے جو جا کر دشمن کی خبر لائے" ایک اندازے کے مطابق اُس وقت لوگوں کی تعداد تین سو یا کچھ اوپر تھی۔ ان میں عشرہء مبشرہ (جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انکی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی گئی) بھی تھے، اور رُسل اللہ ﷺ کے چاروں دوست ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی موجود تھے۔ مگر کچھ وقت کے تقاضے بھی ہوتے ہیں، اگر ان میں سے کوئی اس کام کیلئے جاتا تو با آسانی پہچان لیا جاتا اور پھر مسلمان نازک صورتحال سے دوچار ہو سکتے تھے۔ اگرچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کی تھے لیکن وہ مدینہ میں پیدا ہوئے تھے اس لئے مکہ کے لوگ ان سے واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ مگر یہاں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جب رُسل اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب فرمایا تو انہوں نے بلا حیل و حجت اس کام کو فرض سمجھ کر ادا کیا۔

رُسل اللہ ﷺ نے ہر وہ کام یا عمل جو اپنی زندگی میں کیا یا جس طرح آپ ﷺ کو عمل کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ اُس پر اُسی طریقے سے عمل کرنا سنت ہے۔ اور جس طریقے سے ان کاموں کو رُسل اللہ ﷺ نے انجام دیا، اُس سے بہتر کوئی طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جب ہم بازار سے کوئی قیمتی چیز خریدتے ہیں تو ساتھ میں طریقہء استعمال کا کتابچہ بھی ہوتا ہے، جس میں استعمال کیساتھ احتیاطی تدابیر بھی ہوتی ہیں۔ سنتِ رُسل اللہ ﷺ ہر مومن کیلئے بہترین زندگی



گزارنے ایک ایسا ہی کتابچہ ہے، جو احکام الہی (قرآن پاک) کے ساتھ ہمیں عطا کیا گیا ہے جس پر عمل کر کے ہی ہم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور انعام پاسکتے ہیں۔

آپ ﷺ کی سنت کی دو اقسام ہیں۔ پہلی سنتِ موکدہ ہے۔ وہ کام جو رسول اللہ ﷺ نے خود کئے اور ان پر عمل کا حکم فرمایا۔ ان پر عمل کرنا واجب (فرض سے قریب تر) ہے۔ نہ کرنیوالا گناہ کا مرتکب ہوگا۔ دوسری سنتِ غیر موکدہ ہے۔ وہ کام جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں کئے یا فطرتاً انجام دیئے مگر کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔ اگر ان اعمال کے بارے میں ہمیں مستند ذریعے سے پتہ چلتا ہے اور یہ عمل قرآنی تعلیمات سے موافقت رکھتے ہیں تو اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ لیکن نہ کرنے، کوتاہی یا عجلت کی صورت میں معافی کی گنجائش ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے اظہارِ محبت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انکی سنت پر عمل کیا جائے۔ بدعتوں یا خود اختیار کئے گئے طریقوں سے نہ تو اللہ راضی ہوگا اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ، اور انجام بڑا بھیانک ہوگا۔ کیونکہ حجتہ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو دینِ اسلام کی تکمیل کی خبر سنا دی اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی دین کے مکمل ہونے کی تصدیق فرمادی۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴿الْمَعَادَّة-3﴾

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور دینِ اسلام پر اپنی رضامندی کی مہر لگادی۔

جب دین مکمل ہو گیا تو پھر کوئی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کیلئے خود ساختہ طریقے اختیار کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی خوشنودی تبھی حاصل ہو سکتی ہے جب ہم اُن کے احکام پر عمل کریں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد میرے چاروں خلفائے راشدین کے احکام بھی مسلمانوں کیلئے سنت کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور ان پر عمل نہ کرنیوالا بھی گناہ کا مرتکب ہوگا۔

حضرت علامہ محمد اقبال نے کیا ہی خوبصورت شعر کہا ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو احکامِ الہی اور سُنّتِ رُسول اللہ ﷺ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے۔ اور ہماری دونوں زندگیوں میں ہمارے لئے آسانیاں پیدا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں شمار فرما، جو کہ اُس کے انعام کے مستحق قرار پائے۔ آمین ثم آمین۔



## عید میلاد النبی کی حقیقت

جب اہل یمن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ آپ ایک ایسا آدمی بھیج دیجئے جو صرف امیر ہی نہ ہو، بلکہ معلم بھی ہو، تو اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر پڑی، چنانچہ آپ نے ان کو اشارہ کر کے بلایا اور کہا کہ اے معاذ! تم یمن چلے جاؤ تمہاری وہاں ضرورت ہے، پھر آپ نے تبلیغ سے متعلق کچھ نصیحتیں فرمائی اور ان کو وہاں کا گورنر مقرر فرمادیا اور کہا کہ اے معاذ! واپسی میں شاید تم مجھ سے نہ مل سکو گے، یہ سننا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے آنسو بہہ پڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی آنسو شدت محبت کی وجہ سے بہہ نکلے، پھر جب روانہ ہونے لگے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سواری پر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ چل کر نصیحت بلکہ وصیت فرما رہے تھے، اے معاذ! لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا، مشکلات پیدا نہ کرنا، انہیں خوشی و مسرت کا پیغام سنانا، ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے انہیں دین سے نفرت ہو جائے۔

اس سفر کا منظر بھی عجیب تھا کہ محبوب پیدل چل رہے تھے اور محب سوار، جی ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل تھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے۔

اس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے خوش تھے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر مجھے فیصلہ کرنے کے لیے قرآن و سنت میں کوئی چیز نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جواب سے اتنی خوشی ہوئی تھی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ کو اس چیز کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

رُسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا:

"اعلم امتی بالحلل والحرام معاذ بن جبل" کہ میری امت میں سب سے زیادہ حلال و حرام سے واقف معاذ بن جبل ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

جو ظاہر ہے اُس پر عمل کرو، اور مخفی مفہوم مت نکالو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

احکام رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو اور بدعت اختیار نہ کرو۔ تمہارے لئے یہی کافی ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں:

مومن کے لیے بہتر ہے کہ آیات اور احادیث کے ظاہری معنوں کے مطابق ان پر عمل کرے اور تابع دار رہے، نئی

نئی باتیں نہ نکالے، نہ اپنی طرف سے کمی بیشی یا تاویلیں پیش کرے۔ ایسا نہ ہو بدعت اور گمراہی میں پڑ کر ہلاک ہو

جائے۔

قَدْ جَاءَكُمْ بِصَافٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ﴿الانعام-104﴾

اے پیغمبر ﷺ! ان سے کہہ دو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے

ان کو آنکھ کھول کر دیکھا، اُس نے اپنے حق میں بہتر کیا اور جو اندھا بنا رہا، اُس نے اپنے حق میں بُرا کیا اور میں

تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔

## میلاد کی بدعت کی ابتدا

صلاح الدین محمد ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں خطہ عرب کے ایک حصے پر فاطمی حکمران تھے۔ فاطمی شیعہ مسالک

والوں (شیعہ، بوہری اور آغاخانی وغیرہ) کے جدا مجید تھے۔ انہوں نے اپنے ایام منانے کی رسموں کو تحفظ دینے

کیلئے رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا دن بھی منانا شروع کر دیا، تاکہ دوسرے مسلمانوں کو ان پر تنقید کا

موقع نہ ملے۔ صلاح الدین محمد ایوبی رحمۃ اللہ علیہ بدعتوں کے سخت مخالف تھے۔ انہوں نے فاطمیوں پر حملہ

کر کے ان کی حکومت ختم کر دی اور بظاہر وقتی طور پر یہ بدعت ختم ہو گئی۔

مشہور ناول نگار نسیم حجازی کے اخبار روزنامہ کوہستان کی 22 جولائی 1964ء کی اشاعت میں جناب احسان



بی۔ اے ایک کالم میں لکھتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں میلاد کی بدعت کا آغاز 5 جولائی 1933ء بمطابق 12 ربیع الاول 1352 ہجری کو ہوا۔ جب انجمن فرزند ان توحید موچی دروازہ لاہور نے عید میلاد النبی کا جلوس نکالا۔ انجمن کے نائب صدر حافظ معراج الدین اس میں پیش پیش تھے۔ برطانوی قانون کی پاسداری کرتے ہوئے انہوں نے برطانوی سرکار سے جلوس کیلئے باقاعدہ لائسنس حاصل کیا۔ حافظ معراج الدین نے ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کو تہوار مناتے دیکھ کر عید میلاد النبی منانے کا فیصلہ کیا۔

قیام پاکستان کے بعد حافظ معراج الدین گورنر پنجاب جناب سردار عبدالرب نشتر سے ملے اور سرکاری سرپرستی میں جلوس نکالنے کیلئے انہیں رضامند کر لیا۔ چنانچہ اُس سال یہ جلوس سرکاری سرپرستی میں نکالا گیا شاہی قلعہ لاہور میں فوجی پریڈ ہوئی اور سلامی بھی دی گئی۔ یوں اس بدعت کا آغاز ہو گیا۔ جو بد قسمتی سے آج بھی جاری ہے۔



روزنامہ مشرق لاہور!

اسی طرح مصطفیٰ کمال پاشا نے روزنامہ مشرق 26 جنوری 1984 کے شمارہ میں اسی حوالہ سے ایک مضمون تحریر کیا۔ آزادی سے پیشتر ہندوستان میں حکومت برطانیہ ۲۵ دسمبر کو حضرت عیسیٰ کے یوم پیدائش کو بڑے اہتمام کے ساتھ منانے کا انتظام کرتی اور اس روز کی فوقیت کو دوبالا کرنے کے لیے اس یوم کو "بڑے دن" کے نام سے منسوب کیا گیا۔

بڑے دن کا مطلب یہ نہیں تھا کہ دن 12 گھنٹے کی بجائے 16 گھنٹہ کا ہوتا ہے بلکہ عوام نوجوانوں اور بچوں کے ذہنوں میں اس کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے دفتروں کارخانوں مدرسوں وغیرہ میں پندرہ روز کی رخصت دی جاتی۔ تاکہ دنیا میں ثابت کیا جائے کہ حضرت مسیح ہی نجات دہندہ تھے۔

حضور پاک ﷺ 12 ربیع الاول کو اس دنیا میں تشریف لائے اور اسی روز وفات پائی۔ کچھ لوگ اس مقدس یوم کو بارہ وفات کے نام سے پکارتے ہیں۔ آزادی سے پیشتر اس یوم کے تقدس کے پیش نظر مسلمانانِ لاہور نے اظہار مسرت و عقیدت کے طور پر جلوس نکالنے کا فیصلہ کیا۔ اس ضمن میں مسلمانانِ لاہور کا ایک وفد جس میں خلیفہ شجاع الدین، محمد الدین، بیرسٹر چودھری فتح محمد، محمد فیاض اور میاں فیروز الدین احمد مرحوم شامل تھے، گورنر سے ملا تو اس کو مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا۔ گورنر نے مسلمانوں کو بغیر کسی رکاوٹ کے جلوس نکالنے کی منظوری دے دی۔

اسلامی جذبوں سے سرشار بزرگوں نے انجمن معین اسلام کے زیرِ تحت جس کے سیکرٹری جناب مفتی حمایت اللہ مرحوم (والد بزرگوار شباب مفتی) نے جلوس نکالنے کا پروگرام مرتب کیا۔ ان دنوں کانگریس اپنے اجتماع موری دروازہ میں منعقد کیا کرتی تھی اور اسکے مقابلہ میں مسلمان اپنے اجتماع موچی دروازہ میں منعقد کرتے تھے۔ لہذا موچی دروازہ کو سیاسی مرکز ہونے کے علاوہ سب سے پہلے عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس نکالنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ علمی طور پر جلوس کی قیادت انجمن فرزند ان توحید موچی گیٹ کے سپرد ہوئی، جس میں حافظ معراج دین، حکیم معین الدین، بابو سراج دین، شاہ الدین اسلم، مستری حسین بخش، چودھری فتح محمد، ملک محمد الدین بیرسٹر، چودھری کلیم الدین، مہر سراج دین اور میاں فیروز الدین احمد و مسلم لیگی لیڈر جنہوں نے مسٹر جناح کو قائد اعظم کا لقب دیا اور دیگر نوجوان شامل تھے۔ "دار النذیر" موچی دروازہ میں جلوس کے پروگرام اور انتظام کے متعلق اہم فیصلے کیے جاتے۔ انجمن کی زیرِ قیادت جلوس ہر سال مسلسل کامیابی و کامرانی سے نکالتا رہا۔ جلوس کانسنس اور اجازت نامہ میاں فیروز الدین احمد کے نام تھا۔ ۱۹۳۴ء میں مسلم لیگ کے علاوہ تحریک خلافت بھی عوام میں مقبول تھی۔ لہذا ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۵ء میں کانسنس میاں فیروز الدین احمد سیکرٹری خلافت کمیٹی کے نام پر کر دیا گیا۔ بعد کے دیگر



# مشرق سلسلہ

رواد اسلام کے لیے مشرقی مغرب (السلام جیلو)

## مشرق

بانی غایت اللہ رحمہ

ادارہ نثر و نثر اسلام آباد

قیمت: ۱۰ روپے

پیشہ: ۱۰ روپے

تقریباً: ۱۰ روپے

### لاہور میں ۱۲ ایتح الاول

### کا پہلا جلوس کیسے

### شروع ہوا

Whereas *proposed* in *Almasa* *hunting*

Act V of 1861, the following licence is granted, *Hawke* 9

On the occasion of *the* *hunting* *of* *the* *hunting*

On *the* *hunting* *of* *the* *hunting*

علائے کرام نے ایک قرارداد

کے لیے اس یوم کو

غیر مسلم آباد النبی کا نام دیا

محفل کا مالک پاشا

اسلامی جذبہ کے

پیش نظر اسٹریٹ

محمد بن علی کی

کادس کے جلوس نکالے

کی اجازت دے دی

انسانی کے پیشہ ورانہ میں انکسار

پیشہ ورانہ میں انکسار

پیشہ ورانہ میں انکسار

پیشہ ورانہ میں انکسار

پیشہ ورانہ میں انکسار



جلوس میں گھوڑے پر سوار نوجوان ہاتھوں میں نیزے لیے ہوئے گشت کرتے۔ سیاسی، دینی اور سماجی کارکنوں کے علاوہ جلوس کے آگے پہلوانوں کی ٹولی بھی شمولیت کرتی جسکی رہنمائی رستم زماں گاماں پہلوان اور امام بخش پہلوان وغیرہ کرتے۔ فنکار پارٹی اور دیگر نوجوانوں کی رہنمائی ماسٹر فیروز مرحوم انسٹرکٹر فزیکل ٹریننگ گورنمنٹ کالج لاہور کے سپرد تھی۔ اراکین خلافت کمیٹی شعبہ والنٹر کور، مجلس احرار، خاکسار تحریک، مجلس اتحات ملت، نیلی پوش اور مسلم لیگی حضرات جوق درجوق شامل ہو کر جلوس کی رونق کو دوبالا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے۔ جلوس کے اختتام پر خلیفہ شجاع الدین (سپیکر اسمبلی) نواب شاہ نواز ممدوٹ، محمد فیاض اور میاں امیر الدین و دیگر معززین لاہور اچھی کارکردگی پر انعامات تقسیم کرتے۔

اس سے پیشتر یہ یوم "بارہ وفات" کے نام سے منسوب تھا۔ مگر بعد میں انجمن نعمانیہ ٹکسالی گیٹ کے زیر اہتمام پیر جماعت علی شاہ، مولانا محمد بخش مسلم، نور بخش توکل اور دیگر علمائے کرام نے قرارداد کے ذریعہ اس دن کو عید میلاد النبی ﷺ نام دیا۔

اس مضمون سے بھی سابقہ باتوں کے ساتھ ساتھ کچھ مزید وضاحتیں سمجھ آتی ہیں کہ:

- 1۔ یہ جلوس ہندوؤں کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کی بھی نقالی کرتا تھا۔
  - 2۔ ربیع الاول کی 12 تاریخ کو 1933ء سے قبل "بارہ وفات" کے نام سے جانا جاتا تھا، پھر اس کے بعد ایک قرارداد کے ذریعہ اس دن کو عید میلاد النبی ﷺ کا نام دیا گیا۔
- اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿القمر-178﴾

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی پہلی سورہ الفاتحہ کی پہلی آیت میں ہی واضح کر دیا ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿الفاتحہ-1﴾

تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿العمران-132﴾



اور اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اطاعتِ رسول کا مطلب اللہ کے رسول ﷺ کے حکم اور عمل کو اپنایا جائے۔ مگر اطاعت کا مطلب عبادت ہر گز نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن میں جہاں بھی اطاعت کا ذکر آیا ہے وہاں اللہ اور اُسکے رسول ﷺ کا ذکر آیا ہے۔ مگر جہاں بندگی کا ذکر ہوا ہے وہاں صرف اللہ ہی کا نام آیا ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿۵﴾ الفاتحہ۔ 5

اے پروردگار! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

اگر ان آیتوں سے کوئی نا آشنا کرے تو پھر اللہ تعالیٰ کا حکم واضح ہے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۱۰﴾ المائدہ۔ 10

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہ لوگ جہنمی ہیں۔

دوستو! یہ میلاد منانا، اپنے ہی طریقے سے رسول اللہ ﷺ کو درود و سلام پیش کرنا، آپ ﷺ کو حاضر جان کر تعظیم کیلئے کھڑے ہونا، آپ ﷺ کو حیات اور حاضر کہنا یہ سب بدعتیں ہیں جو ہمیں گمراہی کی طرف لے جاتی ہیں۔ اصل بات رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے۔ اور اطاعت کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو حکم کہا اور عملاً کیا، اُن پر عمل کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کئی واقعات کی مناسبت سے پیر کے دن روزہ رکھتے تھے جن میں آپ ﷺ کی ولادت کا دن بھی شامل ہے۔ آپ ﷺ کے اس عمل سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم بھی اپنی تاریخ پیدائش پر روزہ رکھیں نہ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کا میلاد منانا شروع کر دیں۔ اور میں تو یہ کہوں گا کہ ہم نے ان بدعتوں کو عبادت کا درجہ دیدیا ہے۔ اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرنا شرک اور گناہِ عظیم ہے۔ ان بدعتوں نے مسلمانوں میں فرقہ بندی کو ہوا دی اور یہ اسی کا اثر ہے کہ آج مسلمان مسلمان کو ہی گلیوں میں بازاروں میں، مسجدوں میں گولیوں سے اور بموں سے مار رہا ہے۔ میں تو حیران ہوں کہ یہ کونسا اسلام ہے جس میں آج قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ اور شاید ہم اللہ کے اس فرمان کی بھی بھول گئے ہیں کہ:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿الأنبياء 107﴾

اور اے نبی ﷺ! ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

کیا یہ رحمت ہے: کہ آج ایک اسلامی ملک اپنے اسلامی برادر ملک کی حمایت کرنے پر ملا عبد القادر کو پھانسی کی سزا دیتا ہے۔ ایک فوجی آمر اپنے مسلمان بھائیوں اور بیٹیوں کو کفار کے ہاتھ بیچ کر ڈالر کماتا ہے۔

ایک فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کے لوگوں پر نماز ادا کرتے ہوئے گولیوں اور بموں کی بوچھاڑ کر کے انہیں قتل کر ڈالتے ہیں۔ مسجدوں اور امام بارگاہوں میں ایک دوسرے پر کیچڑا چھالا جاتا ہے۔

مسلمانوں میں عصمت دری اور نابالغ بچیوں کیساتھ جنسی درندگی روز کے معمولات ہیں۔

ہوسِ زر میں ہم حرام حلال کی تمیز بھول چکے ہیں۔ اور ہمارے شہروں میں حرام اور مردہ جانوروں کا گوشت قانون کی سرپرستی میں آج غیر مسلم ممالک میں قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی تذلیل کی جا رہی ہے۔ کیا ہم یہ درود و سلام آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہماری بے عملی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ ہم دن بدن احکام اللہ (قرآن) اور سنت رسول سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔

اگر ہمیں مومن بننا ہے تو پھر ہمیں اپنا طرزِ زندگی بدلنا ہو گا ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں واضح کر دیا ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى هَٰذَا هَٰوَ لَكِن حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿السجده- 13﴾

اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دیدیتے۔ لیکن میری طرف سے یہ بات قرارِ پاچگی ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

اگر ہمیں دوزخ کا ایندھن بننے سے بچنا ہے تو پھر ہمیں اطاعتِ اللہ اور اطاعتِ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہر بدعت کو ترک کرنا ہو گا۔ کیونکہ ہمارا کوئی بھی خود ساختہ عمل اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔



## ربیع الاول عید نہیں تجدید اطاعت کا مہینہ ہے

حضرت انس رضی تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ سال میں دو دن "نیروز اور مہرجان" کھیل کود اور تفریح کے طور پر منایا کرتے تھے۔ جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن سے دریافت فرمایا کہ ان دنوں کی حقیقت کیا ہے؟ تو اُن لوگوں نے بتایا کہ یہ ایام تو زمانہ قدیم سے چلے آرہے۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دنوں سے بہتر دو دن عید الفطر اور عید الفطر الضحیٰ عنایت فرمائے ہیں۔ (سنن ابوداؤد، باب صلوة العیدین)

ربیع الاول میں بلکہ اب تو سارا سال ہی عید میلاد النبی منانے والے کہتے ہیں کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں عید کا ذکر ہے اور پھر انبیاء کرام کے پیدائش کے دنوں کا ذکر ہے۔

اس بات کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور قرآن کو اتارا تو فرمایا:

مسلمان وہ ہے جو اللہ کے رسولوں، فرشتوں، الہامی کتابوں (قرآن، تورات، زبور، انجیل اور صحیفے) اور یوم آخرت پر ایمان رکھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے نبی محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آخری نبی اور قرآن کو آخری کتاب قرار دیتے ہوئے اسلام اور قرآن کی حفاظت کا قیامت کیلئے ذمہ اٹھایا اور ان دو کے علاوہ ہر کتاب اور شریعت کو منسوخ فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار اس بات کا ذکر کیا ہے:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُزَحْمُونَ ﴿ال عمران- 132﴾

اللہ اور اُس کے رسول (صلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحمت کیجائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ مسلمانو: تم سے پہلے فلاں قوم یہ دن مناتی تھی، اس لئے تم بھی اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یوم ولادت عید کی طرح مناؤ۔

یا پھر نبی محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا ہو کہ اے مسلمانو! تم میرا یوم ولادت بطور عید مناؤ۔

نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: اے لوگو! میری عقیدت میں اعتدال کی حد سے مت بڑھنا، گمراہ ہو جاؤ گے۔

مسلمانو! اسلام میں نسبت دینا، چونکہ، چنانچہ، اس لئے یا اگر مگر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو اللہ اور نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمادیا وہی حکم ہے، اس میں اگر مگر کی گنجائش نہیں ہے۔

اگر تم اللہ اور اُس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ سے واقعی محبت رکھتے ہو تو پھر دُنیا کے سامنے اسلام کا تصور بلند کرو، تاکہ کوئی کافر اور غیر مسلم اللہ کے قرآن کو نذرِ آتش نہ کرے۔

کوئی کافر یا غیر مسلم ہمارے نبی محترم محمد ﷺ خا کے بنا کر انکی ذات کا تمسخر نہ اڑائے۔

مسلمانو! اللہ رب العزت قیامت کے روز تم سے یہ نہیں پوچھے گا کہ کس کس نے میلاد کروائی اور کس کس نے نہیں، ہاں تم سے یہ ضرور پوچھا جائیگا کہ تمہارے بنائے ہوئے تصور کی وجہ سے میری کتاب کو جلایا گیا، میرے نبی (ﷺ) کا تمسخر اڑایا گیا۔ کیا کافروں اور غیر مسلموں کے آگے تمہارا ایمان کمزور پڑھ گیا تھا؟ کیا یہی تمہاری نبی (ﷺ) سے محبت تھی کہ تم بے بس ہو کر یہ سب برداشت کرتے رہے؟

مسلمانو! ایک مسلمان کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنے مال و زر، ماں باپ اور بیوی بچوں سے بڑھ کر نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ مبارک سے محبت کرے۔

نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت تو یہ ہے: کہ تمہارے آگے ہاتھ پھیلانے والا خالی نہ جائے۔

تمہاری اولاد ضرورت مند ہو تو تم اُن کی مدد کرو۔

اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی حاجت روائی کرو۔

تمہارے ماں باپ جنہوں نے تمہیں پال پوس کر جوان کیا۔ اُن کی مالی معاونت اور خدمت کرنا تمہارا فرض ہے۔

یہ تو چند باتیں ہیں جو میں نے لکھ دی ہیں، وگرنہ اگر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی تفصیل بیان کیجائے تو پھر

یہ کاغذ، یہ سیاہی اور یہ عُمر سب کم پڑ جائینگے۔ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم حکم اللہ و رسول ﷺ چھوڑ کر اپنا وقت اور پیسہ



عید میلاد منانے پر برباد کر رہے ہیں۔

ہمارے نبی محمد ﷺ کی تو یہ شان تھی کہ ہاتھ کا نوالہ بھی خیرات کر دیتے اور خود بھوکے رہتے۔

مسلمانو! یاد رکھو: اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور پیغمبر دنیا میں راہنمائی کیلئے بھیجے۔ ان میں سے کسی نے غربت میں زندگی بسر کی تو کئی بادشاہ بنے، کئی شہید کئے گئے تو کئی نے سخت آزمائشوں کا سامنا کیا۔ یہ سب اپنا اپنا فرض پورا کر کے چلے گئے۔ پھر جب اللہ نے سلسلہ نبوت ختم کیا تو نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں واضح کر دیا کہ یہ میری شان ہے کہ نبی کو غربت میں رکھتا ہوں، میں ہی انکو بادشاہ بھی بنا دیتا ہوں۔ میرا ہی حکم چلتا ہے کہ نبی کی امت اُسے شہید کر دیتی ہے، میرے ہی حکم سے نبی سو سال مُردہ ہو کر پڑا رہتا ہے اور میں ہی اُسے دوبارہ زندہ کر دیتا ہوں، میں اپنے نبی کو دشمنوں سے بچانے کیلئے آسمانوں پر اٹھا لیتا ہوں کیونکہ یہ سب تو میرے ہی اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میرا نبی وہی کرتا اور کہتا ہے جو میں چاہتا ہوں، اس کے علاوہ کچھ نہیں کرتا اور کوئی نبی غیب کا علم نہیں جانتا مگر جو میں چاہوں۔

اگر ایسا ہوتا: تو کیا نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ پتھر کھانے کیلئے طائف کا سفر کرتے؟

کیا دشمن عورت کا دیا ہوا زہر بھرے کھانے کا نوالہ منہ میں رکھتے؟

کیا یہودیوں کے سوالوں کا جواب دینے کیلئے پندرہ روز تک حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد کا انتظار کرتے؟ کیا جنگِ اُحد میں دشمنوں کے ہاتھوں زک اٹھاتے؟

یہ سب اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی کیلئے کیا کہ ہم کہیں بھٹک نہ جائیں۔ ہم یہ سمجھ لیں کہ تمام جہانوں میں جو جو کچھ ہوتا ہے تو وہ اللہ کی رضا سے ہی ہوتا ہے۔ اس ہاتھ پھیلاؤ تو اللہ کے آگے اور مانگو تو اللہ کی ذات سے۔ نبی، ولی اور اولیاء سب اپنا فرض پورا کر کے دوسرے جہان میں جا چکے ہیں اور دو جہانوں میں پردہ حائل ہے۔ اللہ کی رضا کے بغیر کوئی بھی دوسرے جہان کی باتوں سے آگاہ نہیں ہوتا۔

مسلمانو! یہ بات بھی یاد رکھو کہ اللہ اپنے کسی نبی کی دُعا رد نہیں کرتا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام معافی کی دُعا مانگتے ہیں۔ قبول ہوتی ہے۔

حضرت نُوح علیہ السلام، حضرت لُوط علیہ السلام، حضرت ہُود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام اپنی قوموں پر عذاب کی دُعا مانگتے ہیں، تو انکی قوموں پر عذاب نازل کر دیا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم پر عذاب کی دُعا کرتے ہیں تو انکی دُعا بھی قبول کر لی جاتی ہے مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے دکھایا کہ نبی کی دُعا میں رد نہیں کرتا، مگر نبی کو میری رضامندی کا انتظار کرنا چاہیئے۔ حضرت یونس علیہ السلام دُعا کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کئے بغیر قوم کو چھوڑ کر شہر سے چلے گئے تھے۔ پھر جب حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہونے کے آثار نمودار ہوتے ہیں تو اُن کا بادشاہ یہ دیکھ کر گھبرا جاتا ہے اور اپنے بڑے بوڑھوں سے پوچھتا ہے کہ یہ آسمانوں پر کیا نظر آ رہا ہے تمہارے پاس تاریخ میں کوئی حوالہ ہے؟ اُس زمانے میں ہر قوم میں کچھ ذہین لوگوں کو پرانے لوگ اپنے سینوں میں محفوظ تاریخی واقعات سنا دیا کرتے تھے اور وہ اپنے ذہنوں میں محفوظ کر لیتے تھے اور یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہتا تھا۔ بادشاہ کے تاریخ دانوں نے بتا دیا کہ یہ آثار تو اللہ کے عذاب کے ہیں، ایسے ہی عذاب آپ سے پہلے اُن قوموں پر بھی آئے تھے جنہوں نے اپنے نبیوں کی تکذیب کی تھی اور اللہ نے اُنہیں نیست و نابود کر دیا۔ یہ باتیں سُن کر بادشاہ گھبرا گیا اور فوراً منادی کروا کر سارے لوگوں کو اپنے بیوی بچوں اور جانوروں سمیت کھلے میدان میں بلوایا اور سب اللہ کے حضور معافی کیلئے گڑ گڑانے لگے۔ یہ واحد عذاب تھا جو اللہ نے قوم یونس کے معافی مانگنے پر ٹال دیا۔ اور اپنے نبی حضرت یونس علیہ السلام کو دُعا کی قبولیت کا حکم سننے بغیر چلے جانے پر یہ سزا دی کہ اُنہیں مچھلی نے نگل لیا۔ مچھلی کے پیٹ میں جب حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ پھر یہ معجزہ ہوا کہ مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر کے کنارے اُگل دیا۔ بیشک اللہ ہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ اِن سب واقعات میں ہمارے لئے سبق موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ بنا دیا۔ کیونکہ قیامت تک کیلئے قرآن اور سنتِ رسول ﷺ ہی



ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اس لئے جو کہا گیا اور جتنا کہا گیا، بس وہی کرو اور اپنے آپکو عذابِ جہنم سے بچاؤ۔ عیدیں دوہی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول محمد ﷺ نے ہمیں بتائی ہیں۔ ربیع الاول میں ہمیں عید نہیں منانی چاہیے، ہمیں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تجدید کرنی چاہیے، جو ہم بھول چکے تھے اُسے اپنی زندگی میں شامل کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگیں۔

مسلمانو! قرآن کو معنوں کے ساتھ سمجھ کر پڑھیں، اسی میں ہماری نجات ہے۔ جب آپ بار بار ترجمے کیساتھ پڑھیں گے تو پھر سب کچھ سمجھ میں آجائیگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح طور پر فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿القمر- 17﴾

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے، تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے

## شبِ معراج

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿اسرائیل-1﴾

پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام (خانہ کعبہ) سے مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گئی۔ جس کے چاروں طرف ہم نے برکتیں دے رکھی ہیں۔ تاکہ اس سے ہم اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

واقعہ معراج دراصل قدرت کی ایک نشانی ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے رسول ﷺ کو عالم برزخ کے مناظر دکھانا مقصود تھا۔ اور کچھ احکام دین سے آگاہ کرنا تھا۔ اس رات کے حتمی تعین کے بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا خلفائے راشدین کے زمانے میں شبِ معراج کے حوالے سے محافل کا انعقاد ثابت نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنے قول و فعل سے قوم کو ضرور آگاہ فرمادیتے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے دوسری اقوام کیلئے اُن کے انبیائے کرام کو معجزات سے سرفراز فرمایا، اسی طرح مسلمانوں کیلئے اپنے نبی محمد ﷺ کو معراج کی فضیلت سے سرفراز فرمایا۔ معراج اصل میں اللہ کی طاقت کا اظہار ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿البقرہ-20﴾

بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿محمد-33﴾

اے ایمان والو! اللہ اور اُسکے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

اطاعت کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بارہا ذکر کیا ہے اور اپنے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے۔



جبکہ عبادت کیلئے صرف اپنا ذکر فرمایا ہے۔

وَاللَّهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿البقرہ-163﴾

اور لوگو! تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے۔ اس بڑے مہربان اور رحیم کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔  
اطاعتِ رسول ﷺ ایام منانے میں نہیں بلکہ اُن کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہے مگر افسوس کہ آج کبھی آپ ﷺ کے یوم ولادت اور کبھی شبِ معراج کے جشنوں پر کروڑوں روپے لٹا دیئے جاتے ہیں مگر کوئی یہ دیکھنا گوارہ نہیں کرتا کہ کتنے گھروں کا چولہا نہیں جلتا، کتنی قوم کی بیٹیاں صرف اخراجات نہ ہونے کے سبب کنواری بیٹھی ہیں۔ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کو بھلائے بیٹھے ہیں۔

اطاعتِ اللہ اور اطاعتِ رسول ﷺ دور ہوئی وجہ سے آج:

قانون کے رکھوالے اور اُمرا کی اوباش اولادیں دُخترانِ وطن کی عصمتوں کو تار تار کر رہے ہیں۔ ڈاکو سرعام لوگوں اور بنکوں کو لوٹ رہے ہیں اغوا برائے تاوان اور بھتہ خوری نے ملک میں ایک صنعت کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔ ہر چیز میں ملاوٹ، مردہ اور بیمار جانوروں کا گوشت، یہاں تک کہ حرام جانوروں تک کا گوشت لوگوں کو کھلا دیا جاتا ہے۔ اور ہماری عدالتیں بے بس ہجڑوں کی مانند دکھائی دیتی ہیں۔ حکومتیں لوٹ کھسوٹ میں لگی ہوئی ہیں۔ یہ ہے اُس قوم کا حال کہ جو اپنے نبی محمد ﷺ کے ایام دھوم دھام سے مناتی ہے۔ مگر انسانیت کے مفہوم سے نا آشنا ہیں۔ ان ایام منانے والوں یا نہ منانے والوں میں کوئی بھی تو ایسا نہیں جو ناموسِ رسالت اور اللہ کے قوانین کے نفاذ کیلئے باہر نکلا ہو۔

قرآنِ پاک کی اس آیت کو پڑھو اور سوچو کہ ہم اللہ سے کتنے دور ہیں۔

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَنْصُرْكُمْ ذَا الَّذِي يَنْصُرْكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۖ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿العمران-160﴾

اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے اور مومن کو تو چاہیے کہ اللہ پر ہی بھروسہ رکھیں۔

بنی اسرائیل پر جب بھی عذاب آیا اللہ نے اُن کو مغلوب کر دیا۔ بنی اسرائیل صدیوں زیرِ عتاب رہے۔ اور آج ہماری حالت بھی بالکل ویسی ہی ہے۔ ہم بھی یہود و نصاریٰ سے مغلوب ہو چکے ہیں یہ عذابِ الہی نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ اللہ نے فرقہ پرستوں کو بھی وارننگ دی ہے:

مِنَ الَّذِينَ فَتَرُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿الروم- 32﴾

اور ان لوگوں میں نہ ہونا کہ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی فرقوں میں بٹ گئے۔ ہر فرقہ اُسی میں مگن ہے جو اُس کے پاس ہے۔

اس بات پر بھی مختلف آرا پائی جاتی ہیں کہ معراج کی کیفیت روحانی تھی یا جسمانی۔

ذرا سوچئے:

پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام (خانہ کعبہ) سے مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گئی۔ اگر معراج روحانی ہوتا تو پھر اللہ اپنے نبی ﷺ کو انکے بستر پر ہی کروا دیتا۔ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور پھر سورہ النجم میں کہا گیا ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ﴿النجم- 9﴾

تو وہ دو کمان کی دوری پر ہو گئے یا اس سے بھی کم۔

فَأَوَّحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ﴿النجم- 10﴾

پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو حکم بھیجا سو بھیجا۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جب اللہ کے فرشتے جبرائیل علیہ السلام آسمان کے اُفقی کنارے سے نمودار ہوئے اور پھر اپنی اصلی شکل میں رسول اللہ ﷺ کے قریب آ گئے، جہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام اور اللہ کے نبی محمد ﷺ کے درمیان دو کمان سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو حکم بھیجا سو بھیجا۔

اس فقرے میں یہ بات پوشیدہ ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب نبی محمد ﷺ کو احکام اپنی آواز میں دیئے یا پھر وحی کئے۔



دیدارِ الہی کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔

ایک اور آیت اس دلیل کے حق میں ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ﴿النجم - 17﴾

اُن کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔

یعنی یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی ﷺ کی نگاہ ایک حد تک محدود رہی۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول کے درمیان پردے حائل تھے۔

یہ آیت بھی ان باتوں کی تصدیق کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی پاک نگاہوں سے نہیں دیکھا: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿الانعام - 103﴾

وہ (اللہ) ایسا ہے کہ نگاہیں اُس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ جبکہ وہ نگاہوں کا ادراک کر لیتا ہے۔ اور وہ بھید جاننے والا خبردار ہے۔

اس آیت میں تمام مخلوقات کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ کسی کو اس سے الگ قرار نہیں دیا۔ جہاں بھی کوئی گنجائش ہو اللہ تعالیٰ واضح کر دیتے ہیں۔ کیونکہ قرآن تو احکامِ الہی ہے اور اس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے۔

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ﴿مریم - 87﴾

تو لوگ کسی کیلئے شفاعت کا اختیار نہیں رکھیں گے مگر جس نے رحمن سے وعدہ لے لیا ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گنجائش واضح کر دی ہے۔ اس لئے آیتوں کے مطلب کو بڑھایا نہ جائے۔ وگرنہ ایسا کرنے والا ناقابلِ تلافی نقصان سے دوچار ہو سکتا ہے۔

ان تمام باتوں کا مطلب رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ کم کرنا ہر گز نہیں ہے۔ بلکہ آپ ﷺ تو اشرف المخلوقات میں سب سے بہتر ہیں۔ پھر آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور رحمت العالمین بھی ہیں۔

آپ ﷺ کو اس درجہ سے کم سمجھنے والا منافق ہے جبکہ اس سے زیادہ سمجھنے والا مشرک۔ کیونکہ نبی پاک ﷺ کے مقام سے آگے اللہ کا مقام ہے اور وہ وحدہ لا شریک ہے۔ اس لئے نبی پاک ﷺ کے رُتبے کا خیال رکھا جائے۔

وگر نہ محتاط رویہ نہ اپنانے والا دائرہ اسلام سے خارج بھی ہو سکتا ہے۔ منافقین اور مشرکین کیلئے معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مقامِ نبی ﷺ کی حساسیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، ثَمَّ آمین۔



## کُنْ فیکُونْ

بَدِيعَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿البقرہ-117﴾

وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کر نیوالا ہے اور جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

قَالَتْ رَبِّ أَلَيْسَ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿العمران-47﴾

مریم نے کہا کہ پروردگار! میرے ہاں بچہ کیونکر پیدا ہو گا، جبکہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ فرمایا! اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَا أَن نَّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿النحل-40﴾

ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم یہی فرماتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذْ أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿یسین-82﴾

اُس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، تو اُس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

سورۃ مریم اور سورۃ الغافر میں بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا ہی کہا ہے۔

کچھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے "کُنْ فیکُونْ" یعنی ہو جا" کہنے سے سب ہو جاتا ہے تو پھر ہونے کے عمل میں دیر کیوں ہو جاتی ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"میں نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب چھ دن میں پیدا فرمائے"

تو یہ سب اللہ کے کہنے سے اُسی وقت ہی پیدا کیوں نہ ہو گیا۔ وہ قادرِ مطلق ہے پھر چھ دن میں کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے اُس ایک دن کی مسافت ایک ہزار سال بتائی ہے۔ یعنی وہ چھ دن ہمارے زمینی وقت کے پیمانے کے مطابق دراصل چھ ہزار سال تھے۔

جواب یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے کاموں کے ہونے میں وقت کی مصلحت اس لئے رکھی ہے کہ یہ سب ہم گنہگار

انسانوں کی عقل میں سما سکے۔ جب انسان نے زمین و آسمان اور کائنات کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ تو قرآن اور عقلی شعور سے یہ بات اُس کی سمجھ میں آئی کہ یہ سب کچھ ایک ہونے والے دھماکے کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ دھماکے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے گرم اجسام ہزاروں سال گردش کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر پانی برسایا اور ایک روایت کے مطابق یہ پانی سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال برستار ہوا اور پھر زمین و آسمان، ستارے اور سیارے سب کا درجہ حرارت اتنا ہو گیا کہ اس ماحول میں زندگی کا وجود ممکن ہوا، پھر انسان، نباتات، پرند اور چرند سب کی حیات ممکن ہوئی۔ اللہ جیسے چاہتا تھا ویسے ہی ہوا، اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ فیصلہ اللہ کرتا ہے کہ کس کام کو کتنی دیر میں ہونا ہے اور پھر وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ انسان اس سے کیا سیکھتا ہے اور پھر میری عظمت کا قائل ہوتا ہے۔ اگر اس موضوع کو ہم پھیلا دیں تو پھر کبھی ختم نہیں ہو گا۔ ہم مختصر اُسے بیان کریں گے۔

طوفانِ نوح آیا، پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے بہت سے سال لگا کر کشتی تیار کی، دراصل یہ وقت لوگوں کو سوچنے کیلئے دیا گیا کہ وہ اللہ کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ اور اُس کے نبی پر ایمان لے آئیں۔ طوفانِ نوح شروع ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اب بھی وقت ہے کہ تو ایمان لے آ، اور میرے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا۔ مگر اُس نے یہ جانا کہ جب تک پانی مجھ تک پہنچے گا، میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا۔ یہی الفاظ اُس نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے سے کہا، بیٹا! آج اللہ کے غضب سے کوئی نہیں بچ پائے گا، اُن لوگوں کے سوا کہ جنہیں اللہ بچانا چاہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے تدبیر کرنا چاہی مگر ناکام رہا۔

نمرود نے جب فیصلہ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا جائے تو پہلے اُس نے دیواریں کھڑی کر کے ایک بہت بڑا احاطہ بنایا اور پھر لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو لکڑیوں کے ایندھن سے بھر دو۔ سارے کام کو ایک مدت لگی، جب یہ جگہ بھر گئی تو اُسے آگ لگا دی گئی اور پھر ایک منجیق یا بڑی غلیل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں پھینکا گیا تو اللہ تعالیٰ نے "کُن فیکون" کا حکم دیا۔

فَلَمَّا يَتَذَكَّرُ أَوْ سَلَّمَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿الانبياء﴾ 69 ﴿﴾



ہم نے حکم دیا اے آگ سرد ہو جا اور ابراہیم پر سلامتی والی بن جا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کے اندر گرے تو وہ گل و گلزار میں تبدیل ہو چکی تھی۔ نمرود اور اُس کے ساتھی یقین کر چکے تھے کہ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے نہیں بچ سکتے مگر اللہ کے حکم سے جب آپ سلامت باہر آگئے تو نمرود کی بیٹی تو ایمان لے آئی مگر نمرود کے ساتھیوں نے اُسے بہکا دیا کہ ابراہیم نے یقیناً جادو سے آگ کا توڑ کیا ہے۔

یہی سوال کا جواب ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو ایک مختصر سا وقت لگا ہو گا۔ اور اللہ کے حکم کو پورا ہونے میں کتنا وقت لگا۔ اللہ کے حکم سے آگ نہ صرف سرد ہو چکی تھی بلکہ پھولوں کے بستر کی مانند ہو چکی تھی۔

کتنا وقت لگا؟ کُن فیکون پر عمل میں؟

اللہ نے حکم دیا اور وہ اُسی لمحے میں پورا ہو چکا تھا۔ مگر جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی وہ پھر بھر منکر ہی رہے۔

موقع کی مناسبت سے دوسرا واقعہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم دیا کہ اپنی سب سے پیاری چیز میری راہ میں قربان کرو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کچھ جانور قربان کر دیئے مگر اگلی رات پھر وہی خواب آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر اونٹ وغیرہ قربان کر دیئے۔ اگلی شب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے پیاری چیز اپنے بیٹے کو ہماری راہ میں قربان کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو بتایا کہ بیٹا میں نے یہ خواب دیکھا ہے، تمہارا کیا خیال ہے؟

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا:

سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ﴿الصفات- 102﴾

اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لیکر جبلِ عرفات پہنچے، بیٹے کو پیار کرتے ہوئے پیشانی کے بل لٹایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: باباجان! آپ آنکھوں پر پٹی باندھ لیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بیٹے کی شفقت آپ پر غالب نہ آجائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پٹی باندھ کر بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا اور چھری چلانے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا: اس سے پہلے کہ چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چلے، تم انکی جگہ دُنبہ رکھ دو۔ (روایات کے مطابق سدرۃ المنتہیٰ بیری کا بہت بڑا درخت ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر اللہ کے احکام فرشتوں پر نازل کئے جاتے ہیں اور ہمارے اعمال جمع ہوتے ہیں۔) اس مقام سے اوپر ساتواں آسمان اور اُس کے اوپر عرشِ عظیم ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کو یہاں تک لائے تھے کیونکہ اس سے اوپر انکی رسائی نہیں تھی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کو بتایا، یارب العالمین جب آپ نے مجھے اسماعیل علیہ السلام کی جگہ دُنبہ رکھنے کا حکم دیا، میں اُس وقت سدرۃ المنتہیٰ پر تھا، اور میں اپنی پوری قوت صرف کر کے وہاں پہنچا تھا اور چھری کے چلنے سے پہلے میں نے اسماعیل علیہ السلام کی جگہ دُنبہ رکھ دیا تھا۔ میرے لئے یہ بڑی آزمائش اور ایک مُشکل ترین کام تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب پورا کر دکھایا۔ ہم نے تمہاری قربانی قبول کر لی۔ تم بیٹے کی جگہ یہ دُنبہ قربان کرو، جو میں نے جنت سے بھیجا ہے اور ہم نے قربانی کی اس رسم کو قیامت تک کیلئے جاری کر دیا۔ یہ بھی کن فیکون ہی تھا اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کتنی جلدی پورا ہوا۔

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿العمران- 7﴾

اور نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنْذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿البقرہ- 6﴾

جو لوگ کافر ہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو، اُن کیلئے برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے



خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿البقرہ- 7﴾

اللہ نے اُن کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور اُن کیلئے بڑا عذاب تیار ہے۔

یہ ہے "کُنْ فیکون" کہا اور ہو گیا۔ باقی اللہ نے ایک سسٹم بنایا ہوا ہے کہ کام کے پورا ہونے میں ایک عبرت اور سبق موجود ہے۔

## اللہ کا پیغام

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿الحشر-18﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اُس نے کل یعنی آخرت کیلئے کیا سامان بھیجا ہے۔ اور ہم پھر کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿الحشر-19﴾

اور اُن لوگوں جیسے نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے اُن کو ایسا کر دیا کہ وہ خود کو بھول گئے، یہی لوگ تونا فرمان ہیں۔

لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿الحشر-20﴾

اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں ہو سکتے، اہل بہشت ہی کامیابی حاصل کرنیوالے ہیں۔

لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿الحشر-21﴾

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اُس کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿الحشر-22﴾

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿الحشر-23﴾

وہی تو اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بادشاہ حقیقی ہر عیب سے پاک سلامتی دینے والا، امن دینے والا، نگہبان غالب زبردست بڑھائی والا، اللہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔



هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿الحشر-24﴾

وہی اللہ تمام مخلوقات کا بنانے والا، ایجاد و اختراع کرنے والا، صورتیں بنانے والا، اُس کے اچھے سے اچھے نام ہیں، جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اُس کی تسبیح کرتی رہتی ہیں، وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَدِيمُ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿الرُّوم-30﴾

سو تم ایک طرف کے ہو کر اللہ کے دین کا سیدھا رخ اختیار کئے چلتے رہو اور اللہ نے جس فطرت پر لوگوں کو پیدا کیا ہے، اختیار کئے رہو، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں تبدیلی ممکن نہیں، یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نَفْسَ لَهُ يَمْهَدُونَ ﴿الرُّوم-44﴾

جس شخص نے کفر کیا، اُس کے کفر کا نقصان اُسی کو ہوگا، اور جس نے نیک عمل کئے تو ایسے ہی لوگ اپنی آخرت کو سنوارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں انسان پر یہ واضح کر دیا ہے کہ اگر مومن ہو تو میرے احکام کی پیروی کرو۔ اپنے اعمال کو ٹٹو لو کہ تم آخرت کیلئے کیا لے کر جا رہے ہو۔ تم جو عمل بھی کرتے ہو میں اُن سے واقف ہوں۔ یہ بات یاد رکھو کہ جو لوگ دُنیا کی رنگینیوں میں کھو کر مجھے بھول جاتے ہیں، تو میں اُن کو ایسا کر دیتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں یعنی وہ میرے عذاب کی تکلیفوں کو بھول کر گناہ پر گناہ کئے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ یہی لوگ میرے نافرمان ہیں اور ان کیلئے میں نے بڑی بُری جگہ دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ یاد رکھو اہل دوزخ اور اہل بہشت ایک جیسے نہیں ہیں۔ اہل بہشت تو میری بنائی ہوئی جنت کا نظارہ کر نیوالے ہیں۔ یہ قرآن (میرے احکام) اگر میں کسی پہاڑ پر نازل فرمادیتا تو وہ خوف کے مارے پھٹ جاتا مگر انسان اس کی آیتوں کے مفہوم سے بے پروا ہے اور اُس کے دل پر کوئی اثر ہی نہیں ہے۔ میں تمہارا خدا ہوں کائنات کی ہر ظاہر اور پوشیدہ بات میرے علم میں ہے۔ میرے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں ہر عیب سے پاک ہوں۔ جو میرے احکام کی پیروی کرتے

ہوئے اچھے عمل کریں گے، میں اُن کیلئے نہایت مہربان اور رحم کر نیوالا ہوں۔ اُن کے چھوٹے چھوٹے گناہوں اور عیبوں پر میں پردہ ڈالوں گا۔ بیشک میں ہی کُل کائنات کا بادشاہ ہوں، میں اچھے لوگوں کو دُنیا میں امن اور سلامتی دینے والا ہوں۔ دُنیا میں ہونے والے سب کاموں پر میری نظر ہوتی ہے۔ میں ہر شے پر غالب ہوں کیونکہ مجھ سے بڑھ کر کوئی اور نہیں ہے۔ میری ذات مشرکوں کے شرک سے پاک ہے، میرا کوئی شریک نہیں ہے۔ کائنات میں جتنی بھی مخلوقات ہیں، وہ میں نے ہی تو بنائی ہیں اور کائنات میں تبدیلیاں، زلزلے، طوفان، آندھیاں اور بارشیں، یہ سب میں ہی تو کرتا ہوں۔ کائنات میں مخلوق کی اچھی بری صورتیں بنانے والا بھی میں ہی ہوں۔ میرے اچھے سے اچھے نام میری عظمت کو ظاہر کرتے ہیں۔ کائنات کی ہر شے میری تعریف و تسبیح میں مصروف رہتی ہے۔ کیونکہ میں ہی غالب اور حکمت والا ہوں۔

اے اللہ! تو ہمیں اپنے فرمانبردار بندوں میں رکھیو۔ آمین



## موت سے قبل اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگ لو

بھائیو اور بہنو! اللہ کی دی ہوئی زندگی بڑی مختصر ہے۔ اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کیلئے ایک دوسرا زمانہ تشکیل دیا ہے، جو موجودہ زمانے سے قطعی مختلف ہوگا۔ اُس زمانے میں گناہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ مگر وہ دُنیا اور وہ زمانہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بنایا ہے کہ موجودہ زمانے کی مخلوقات کو اُن کے اچھے یا بُرے اعمال کے سبب تقسیم کر دیا جائیگا اچھے اور مومن لوگوں کو اُن کے اعمال کے سبب جنت میں داخل کیا جائیگا جبکہ گنہگاروں اور منکرین اور مشرکین کو دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ دوزخ کا سب سے ہلکے عذاب والا حصہ سب سے اوپر والا ہے جسے جہنم کا نام دیا گیا ہے۔ جہنم میں ڈالے جانے والے لوگ مُسلمان ہونگے۔ جہنم میں ڈالے جانے والے مسلمانوں کے درجات ہونگے۔ ایک تو وہ لوگ ہونگے جن کے گناہ اُن کے ثواب سے زیادہ ہونگے، ان گناہوں میں چھوٹے اور بڑے گناہ ہونگے اور وہ لوگ اپنے گناہوں کی معافیاں بھی مانگی ہونگی، مگر کسی سبب انکی بخشش نہ ہو سکی۔ دوسرے وہ لوگ ہونگے جو مسلمان تو ہونگے، مگر وہ اپنی زندگی میں کبھی اپنے گناہوں پر نادم نہیں ہوئے اور نہ ہی انہوں نے کبھی ان گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔

بھائیو اور بہنو! یہاں یہ بات قابل ذکر ہے قرآن کریم کے مطابق یومِ حشر کا دورانیہ موجودہ زمانے کے وقت کے حساب سے پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ تمام مخلوقات انسانوں اور جنوں کو اُن کے اعمال کے صلے میں جنت اور دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ سے ہمکلام ہونگے اور آپ ﷺ اللہ سے جہنم میں پڑے مسلمانوں کیلئے شفاعت کی دُعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ شفاعت حاصل کرنیوالے مسلمان نہ جانے جہنم میں کتنی سزا بھگت چکے ہونگے حالانکہ ادوار کی ترتیب سے سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ کے دور کا حساب ہوگا۔ جہنم کا عذاب کتنا تکلیف دہ اور دردناک ہوگا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا بہت سی جگہوں پر ذکر کیا ہے۔

بھائیو اور بہنو! مختصر اُعرض کروں گا کہ اس دُنیا کی زندگی بہت ہی چھوٹی سی ہی نہ جانے کب موت آجائے۔ اس لئے ہر مسلمان کو سامانِ آخرت تیار کر لینا چاہیے۔ دُنیا میں انسان اچھی زندگی گزارنے کیلئے اپنے وسائل کے مطابق اچھی

تعلیم حاصل کرتا ہے تاکہ اُسے اچھی کمپنی میں ملازمت ملے اور تنخواہ بھی اچھی ہو، یا پھر وہ پڑھ لکھ کر اچھا کاروبار کر سکے۔ اُس کے پاس ایک اچھا اور بڑا سا گھر ہو، جس میں زندگی کی تمام سہولتیں میسر ہوں اور ایک اچھی سی گاڑی ہو۔ یہ سب ہم اُس زندگی کیلئے کر رہے ہیں، جس میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص یہ سب کچھ حاصل کر لیتا ہے مگر اس سے پہلے کہ وہ ان سے لطف اندوز ہو، ناگہانی موت آ جاتی ہے اور سب کچھ یہیں رہ جاتا ہے۔ اب سوچیں کہ مرنے کے بعد کی زندگی کبھی نہ ختم ہونیوالی ہے۔ ہم اس کیلئے بالکل فکر نہیں کرتے۔

بھائیو اور بہنو! کبھی آپ نے سوچا کہ ہم آنیوالی زندگی کے بارے میں فکر مند کیوں نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں اپنے دین سے آگاہی نہیں ہے۔

ہم قرآن تو پڑھتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ اللہ ہم سے کیا فرما رہا ہے؟

ہم نماز تو پڑھتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ اللہ سے کیا کہہ رہے ہیں؟

ہم دُعا تو مانگتے ہیں مگر یہ نہیں معلوم کہ ہمیں اللہ سے کیا مانگنا چاہیے؟

آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم عربی زبان میں ہے اور یہ ہماری مادری زبان نہیں، اس لئے ہمیں معلوم ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا فرما رہا ہے۔ اور نماز میں بھی ایسا ہی ہے کہ جو سورہ یا آیات ہم تلاوت کرتے ہیں، اُن کے مفہوم سے نا آشنا ہیں، اسی لئے ہماری نمازوں میں اللہ سے قربت نہیں ہوتی۔ اگر ہم قرآن کریم کو ترجمہ کے ساتھ پڑھیں اور بار بار پڑھیں تو ہمیں معلوم ہو کہ ہمیں اپنی دُعاؤں میں کیا مانگنا چاہیے۔ ہمارا رب ہم سے جنت کے بدلے میں کیا مانگ رہا ہے؟

سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے دُعا مانگنے کا طریقہ بتا دیا ہے۔ پہلے اللہ کی یکتائی اور بڑھائی، پھر تعریف، پھر دُعا اور آخر میں اللہ کے عذاب سے پناہ مانگنی چاہیے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بڑی مختصر اور اچھی دُعا بتائی ہے:

"رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿البقرہ- 201﴾"

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دُنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت سے مستفید فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔



حج و عمرہ میں دورانِ طواف یہ دُعا کثرت سے مانگی جاتی ہے۔ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دُنیا مانگنے والوں کا ذکر بھی کیا ہے۔

" فَمَنْ النَّاسُ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿البقرہ۔ 200﴾ "

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو جو دینا ہے اسی دُنیا میں دیدے، اور ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔

بھائیو اور بہنو! یہ زندگی مختصر سی ہے اور اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کا حصہ متعین کر دیا ہے جو اُس کی زندگی میں ہی مل جائیگا۔ اس متعین حصے سے زیادہ کسی کو نہیں ملے گا۔ اللہ نے صاف فرما دیا ہے کہ ہر تنفس اپنے حصے کا رزق حاصل کئے بغیر نہیں مرے گا اور جو اُس کیلئے نہیں ہے وہ کسی صورت نہیں مل سکتا۔ اس لئے ہمیں ہمیشہ اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "پرندوں کو دیکھو جو شام کو خالی چونچ اور خالی پیٹوں کے ساتھ اپنے گھونسلوں میں لوٹتے ہیں، انہیں اگلے روز کے رزق کی کچھ پروا نہیں ہوتی" مگر اللہ انہیں رزق مہیا کرتا ہے۔

میں نے حقیر سی کوشش کی ہے کہ آپ کو صراطِ المستقیم کے بارے میں بتاؤں۔ اس کوشش کا مقصد ہر گز کسی کی دل آزاری نہیں تھا۔ پھر بھی اگر میری کسی بات سے آپ مُنثَق نہ ہوں تو میں معذرت خواہ ہوں۔ میں تو سب سے بڑا گنہگار ہوں اور میری بخشش کی دُعا ضرور کرنا، ہو سکتا ہے آپ کی دُعاؤں کے طفیل مجھ جیسے گنہگار کی بھی بخشش ہو جائے۔

## حرفِ آخر

اللہ تعالیٰ نے اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قرآن پاک میں وضاحت کیساتھ سب کچھ بیان فرما دیا ہے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ ہم مسلمانوں نے اپنی دینی ذمہ داریاں خود اٹھانے کی بجائے ان کو مولویوں اور علماء پر چھوڑ دیا ہے، جبکہ ان لوگوں نے دین کو مسلکوں اور فرقوں میں بانٹ دیا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ہم نے دین میں دلچسپی لینا چھوڑ دی اور اپنا سب کچھ مولاناؤں اور علماء کے ہاتھ میں دیدیا۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں ایک نبی محمد ﷺ اور ایک کتاب قرآن عطا فرمائے تھے۔ پہلے امام ابو حنیفہؒ 80 ہجری میں پیدا ہوئے اور 150 ہجری میں وفات پائی۔ چوتھے امام احمد بن حنبلؒ 162 ہجری میں پیدا ہوئے اور اُن کا انتقال 237 ہجری میں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کا وصال 12 ربیع الاول 11 ہجری کو ہوا۔ اس کے بعد کسی نے یہ نہیں کہا کہ میرا مسلک ابو بکر، عمر، عثمان یا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستہ ہے اور میرا فرقہ یہ ہے۔ تکمیل اسلام کے چار سو سال بعد تک اسلام میں فرقوں کا کوئی وجود نہ تھا۔ اس کے بعد مسلکوں اور فرقوں نے جنم لینا شروع کر دیا۔ مسلمان دین سے ہٹے گئے اور مولانا اور علماء دین پر چھاتے چلے گئے اور آج یہ حال ہے کہ ایک مسلمان دوسرے سے ملتا ہے تو پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ بھائی تمہارا مسلک کیا ہے یا پھر تم کس فرقے سے تعلق رکھتے ہو۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرما رہا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَتَسْمَعُونَ﴾ (الانفال۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم سن رہے ہو۔

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (العمران۔ 132)

اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

۔۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (الحشر۔ 7)

اور تمہیں جو کچھ رسول دے، لے لو اور جس سے روکے اُس سے باز آ جاؤ



قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿31﴾  
اے پیغمبر ﷺ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا أَيْدِيَكُمْ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿الحجرات-1﴾  
اے ایمان والو! کسی بات کے جواب میں اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿الحجرات-2﴾  
اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر ﷺ سے بلند نہ کرو، اور نہ اُس سے اونچی آواز میں بات کرو، جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ﴿الاحزاب-36﴾

اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو اللہ اور اُس کا رسول کے فرمان کے بعد کسی امر کا اختیار باقی نہیں رہتا۔  
یاد رکھو! جس کسی نے اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کی، وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

بھائیو اور بہنو: مسلمان کا ایمان! ایک اللہ، ایک نبی آخر الزماں محمد ﷺ اور ایک کتاب قرآن اور پھر اللہ کے واضح احکام کی موجودگی میں مسلمان حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مسلکوں میں کیوں بٹ گئے۔ کوئی کہتا ہے میں بریلوی ہوں، میں دیوبندی ہوں، میں سُنی ہوں، میں اہل حدیث ہوں، میں شیعہ ہوں، اسماعیلی ہوں اور میں فلاں فلاں ہوں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ جب ہر کوئی اپنی شناخت ایسے کروا رہا ہے تو پھر اللہ، رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے ماننے والے لوگ کہاں گئے۔ اگر کسی کے پاس میرے اس سوال کا جواب ہو تو مجھے بھی بتادے۔

انسان زندہ ہے تو اُس کا اعمال نامہ گھلا ہے، نیک اور  
بد اعمال لکھے جا رہے ہیں۔ ابھی موقع ہے کہ اپنی  
آنیوالی زندگی کو سنوار سکو۔ گناہ اور ثواب تمہارے  
اختیار میں ہے۔ دُنیا میں رہتے ہوئے اپنی آخرت کو  
سنوار لو، کیونکہ جب اعمال تولے جائیں گے تو  
بدلے میں جنت یا جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ اسلئے  
مرنے سے قبل اپنی آخرت سنوار لو، ورنہ واپسی کا  
کوئی راستہ نہیں۔

راہِ ہدایت پیلیکیشنز